قوموں کی تباہی کا اصلی سبب

مصنف

عطائے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ

مولانا محمد شاکر علی نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی)

ناشر

اِدارہ معارفِ اسلامی ممبئی

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

قوموں کی تباہی
کا اصلی سبب

مصنف:

مولانا محمد شاکر نوری رضوی
(امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

ناشر:

مکتبۂ طیبہ مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد ۱۲۶ / کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳۔
فون: 022-23451292/23434366

نام کتاب: قوموں کی تباہی کا اصلی سبب

مصنف: مولانا محمد شاکر نوری رضوی (امیر سنی دعوت اسلامی)

صفحات: اسّی (۸۰)

اشاعت: صفر المظفر ۱۴۳۵ھ دسمبر ۲۰۱۳ء

تعداد: گیارہ سو (۱۱۰۰)

ناشر: مکتبہ طیبہ، ممبئی ۳۔

قیمت:

ملنے کے پتے

نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی ۳۔

ناز بک ڈپو، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی ۳۔

اقرأ بک ڈپو، ۳۰/ بی نور منزل محمد علی روڈ، ممبئی ۳

فہرست مضامین

☆☆☆

تقدیم

مفکر اسلام خطیب اعظم حضرت **علامہ قمر الزماں** اعظمی مصباحی دام مجدہ
(سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
والہ وصحبہ اجمعین.

اِس سال ۱۷؍نومبر ۲۰۱۳ء کی شب میں لندن سے بمبئی کے سفر کے دوران مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی) کی تالیف ''قوموں کی تباہی کا اصلی سبب'' نظر نواز ہوئی۔ مولانا موصوف نے اس کتاب میں امم سابقہ اور موجودہ امت مسلمہ کے زوال کے بنیادی سبب کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت موثر انداز سے بیان فرمایا ہے۔

اسبابِ زوال اُمت پر متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور اہل فکر ونظر نے بہت سے اسباب کی نشان دہی کی ہے۔ مگر مولانا موصوف نے بہت سے اسباب کے مقابلے میں اُس مرکزی اور سببِ وحید کی نشان دہی کی ہے کہ لوگ جس سے غافل ہیں بلکہ دوسرے تمام اسباب زوال اسی سبب کی پیداوار ہیں اسی لیے انھوں نے اپنی کتاب کا نام ''قوموں کی تباہی کا اصلی سبب'' رکھا ہے، یعنی جمع کے بجائے واحد استعمال کیا ہے۔

اس سے قبل جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کتابوں میں صرف امتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے زوال کے اسباب بیان کیے گئے ہیں مگر اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک تمام قوموں کے زوال کا یہی واحد سبب بیان کیا گیا ہے جو اِس تالیف کا مرکزی خیال اور محوری فکر ہے۔

جس طرح تمام انبیاے کرام کی دعوت اور اسالیبِ دعوت میں یکسانیت ہے اسی طرح تمام انبیاے کرام کے مخالفین کا اندازِ عداوت بھی یکساں ہے۔مثلاً انبیاے کرام کو اپنے جیسا بشر کہنا ،انھیں مجبور و بے اختیار ماننا،ان پر غربت اور افلاس کا الزام عائد کرنا،انھیں ساحر،شاعر اور مجنون کہنا،ان کے مقابلے میں خود کو صاحبِ ثروت و اقتدار کہنا ،ان کی تبلیغ کا مذاق اڑانا ،ان کی شریعت کو پسماندگی سے تعبیر کرنا،ان کے علوم غیبیہ کا انکار کرنا،ان کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اُمم سابقہ پر اللہ کا عذاب صرف اس وقت آیا ہے جب انھوں نے انبیاے کرام کی توہین کی ہے۔یا ان کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے ہیں۔خداے واحد کا انکار تو ہر دور میں ہوتا رہا ہے مگر عذاب اس وقت نازل ہوا ہے جب کسی قوم نے نبی کی توہین کی ہے۔

آپ اگر کتاب الٰہی کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوگی کہ تمام انبیاے کرام نے اپنے اوپر لگاے گئے الزامات کے جوابات خود دیے ہیں اور جواب دہی میں پیغمبرانہ شائستگی کا اہتمام کیا گیا ہے۔مثلاً ان کی بدترین یاوہ گوئی اور بدزبانی کے مقابلے میں پیغمبرانِ کرام نے صرف یہ فرمایا ہے کہ میں اللہ کا رسول یا نبی ہوں مجھے میرے رب نے تمہاری ہدایت اور فریضۂ تبشیر و اِنذار کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں غیرتِ مشیت کا یہ عالم ہے کہ الزام تراشی دشمنان اسلام کر رہے ہیں اور جواب اللہ رب العزت دے رہا ہے۔کافروں نے انھیں شاعر، ساحر اور مجنون وغیرہ کہا تو قرآن عظیم نے انتہائی پرشکوہ اور دلیرانہ انداز میں جواب دیا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (پارہ۲۹: آیت۲)

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡبَغِىۡ لَه (پارہ۲۳: آیت۶۹)
اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَر (پارہ۳۰: آیت۳)
بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔
ایسی درجنوں آیات ہیں الزام کا فر لگا رہے ہیں اور جواب اللہ دے رہا ہے۔

یہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کا معاملہ ہے کہ جب خدا کا انکار ہو یا کافر شرک کا ارتکاب کریں یا کسی کو خدا کا بیٹا کہیں تو پیغمبر جواب دیتے ہیں اور جب پیغمبر پر الزام تراشی کی جائے تو خدا خود جواب نازل فرماتا ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ ایک صداقت ازلی پر مشتمل دعویٰ ہے اور انبیاے کرام کا وجود اسی دعوے کی دلیل اور برہان ہے۔ مثلاً

لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل ہے۔

اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کے لیے دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے منکرینِ خدا نے دلیل نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔ دلیل جب اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو دعویٰ کی جلالتِ شان اور حقانیت خود بخود نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور اگر دلیل کمزور ہو تو دعویٰ خود بہ خود باطل ہو جاتا ہے۔

مؤلفِ کتاب نے جناب آدم، جناب شعیب، جناب موسیٰ، جناب صالح اور دوسرے انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے حوالے سے آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہ بات ثابت کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے کہ جب جب انبیاے کرام کی قوموں نے ان کی مخالفت کی کوشش کی اور ان کی توہین کی، ان پر الزام تراشی اور ایذا رسانی کی انتہا کر دی تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بعض قومیں مثلاً قومِ عاد، قومِ ثمود وغیرہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔

اُمتِ محمدیہ پر اہانت رسول کی وجہ سے کوئی اجتماعی عذاب بایں طور کہ قوم عاد و ثمود کی

طرح انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے مندرجہ ذیل دو وجہوں سے نہیں آ ے گا۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ دین اسلام اللہ کا آخری دین ہے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اس لیے اس دین کو قیامت تک باقی رہنا ہے۔

دوسری وجہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنے رب سے اپنی امت کے حوالے سے التجاؤں کے جواب میں اللہ رب العزت کا یہ فرمان:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (سورۂ انفال: آیت ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کی شان نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

لیکن اہانت رسول علیہ السلام کے ارتکاب کی وجہ سے یہ امت زوال پذیری، تباہی اور بربادی کے عذاب الیم سے دوچار ہے۔

غلامی، جہالت، پسماندگی، بے بسی اور ظالم قوموں کے مقابلے میں بے چارگی، مختلف ادوار میں مسلمانوں کا قتل عام، آبادیوں کی تباہی، باطل قوتوں کا ان پر مسلط ہو جانا، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو قوم معلم بنا کر بھیجی گئی تھی اور جس کے سر پر خیر امت کا تاج رکھا گیا تھا اور وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا گیا تھا وہ آج دنیا کی ذلیل اور پسماندہ قوموں میں شمار کی جا رہی ہے۔

زوال کی یہ تمام شکلیں صرف اسی وجہ سے مسلط کی گئی ہیں کہ امت محمدیہ کا اپنے عظیم پیغمبر سے رشتۂ عقیدت و محبت اور اطاعت یا تو ختم ہو گیا ہے یا کمزور پڑ گیا ہے اور وہ قومی اور ملی غیرت جو بارگاہ نبوت کے احترام کی بنا پر زندہ تھی مردہ ہو گئی ہے۔

آبادیاں تباہ ہو رہی ہیں، جنازے اٹھ رہے ہیں، شہروں اور ملکوں کو بمباریوں کے ذریعے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کیا جا چکا ہے، مجبوروں اور بے کسوں کی چیخیں، بیواؤں اور یتیموں کی آہیں غیرت ملی کو بیدار کرنے میں ناکام ہیں اور یہ صرف اس لیے ہے کہ محبت رسول علیہ السلام جو ہماری حیاتِ مادی و روحانی کا سرچشمہ تھی اب اپنی حقیقی شکل میں موجود نہیں ہے۔ درحقیقت محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ناقابل شکست طاقت تھی کہ جس کے

ذریعے فاقہ کش صحرا نشین مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی قوتوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا اور صرف ایک صدی کے اندر دنیا کے تین برّ اعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ پر فاتحانہ انداز سے اپنی عظمت کے پرچم لہرایا تھا اور کم و بیش ایک ہزار سال تک زندگی کے ہر میدان میں قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

لیکن جب اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کی حقیقی طاقت کا اندازہ کر لیا تو انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول نکال دی جائے اور آ بگینۂ دل چور چور کر دیا جائے۔جس میں عظمت رسول کی شمع فروزاں ہے۔ وہ ابتداً مستشرقین یورپ کے ذریعے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت ،ان کی پیغمبرانہ عظمت کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہے اور اپنی ناپاک تحریروں سے دنیا کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر جب انھیں کامیابی نہ مل سکی اور دلوں سے جذبۂ احترام رسول نہ نکال سکے تو انھوں نے نام نہاد مسلمانوں کے درمیان ایسے افراد کو تلاش کر لیا جو کلمہ گو ہوں مگر بے ضمیر ہوں اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادیں منہدم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ ان ضمیر فروشوں نے پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام پر وہی الزامات عائد کیے تھے جو انبیائے سابقین کی اُمتِ دعوت نے ان پر عائد کیے تھے۔

ان الزامات میں سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہیں، وہ بے بس اور مجبور ہیں۔ان کے اردگرد معاشرے کے پسماندہ افراد جمع ہو گئے ہیں بلکہ ان ضمیر فروشوں نے تو چند قدم آگے بڑھ کر یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ انھیں کسی چیز کا اختیار نہیں ہے وہ اپنی بیٹی کو بھی بخشوا نہیں سکتے ،انھیں تو خود اپنی عاقبت کی بھی خبر نہیں، وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں،ان کے والدین کافر ہیں،اس طرح کے باطل عقیدوں کی اشاعت انھوں نے ہر اس عمل سے روکنے کی کوشش کی جس سے عظمت رسالت مآب دلوں میں جا گزیں اور محبت رسول علیہ السلام کا جذبہ جنم لے سکے۔ چنانچہ انھوں نے میلاد النبی کو بدعت قرار دیا، روضۂ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام قرار دیا،ان تمام تاریخی آثار اور عمارات کو منہدم کر دیا جن کی زیارت سے

تاریخ اسلام اور سیرت پیغمبر علیہ السلام کے نقوش ذہنوں میں تابندہ ہوسکیں۔

اقوام عالم اپنی تاریخ کے ایک ایک اثر کو باقی رکھنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں جب کہ یہ بدعقیدہ ظالم اپنے آثار و تاریخ کو خود مٹا رہے ہیں۔ انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جو اپنی تاریخ کو مٹاتے ہیں تاریخ انھیں ہمیشہ کے لیے فنا کر دیتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اس طرح کے عقائد باطلہ کی اشاعت پر اربوں ڈالر خرچ کیے جا رہے ہیں اور پوری دنیا میں لاکھوں بدعقیدہ مبلغین سرگرم عمل ہیں جو انھیں عقائد باطلہ کی تبلیغ و اشاعت پر مامور و موظف ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کم وبیش ایک صدی پہلے اس خطرے کو محسوس کر کے فرمایا تھا۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

مولانا محمد شاکر نوری نے انبیائے سابقین کے حوالے سے جو آیات نقل فرمائی ہیں ان میں بیشتر وہ ہیں جو ان انبیائے کرام کی نبوتوں کے منکرین سے متعلق ہیں مگر آج قوم مسلم کا المیہ یہ ہے کہ اس طرح کے الزامات وہ لوگ لگا رہے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ یہ دوست نما دشمن ان لوگوں سے زیادہ خطرناک ہیں جن کی الزام تراشیاں انکار نبوت کی بنا پر تھیں۔ پس چہ باید کرد؟

آج جب کہ امت مسلمہ اہانت رسول کی مرتکبین کی پاداش میں زوال پذیر ہے تو محبت رسول کے دعوے داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام اختلافات کو فراموش کر کے بنیان مرصوص بن کر ان سازشوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کریں جو آج اہل ایمان کو درپیش ہیں۔

خاکسار

محمد قمر الزماں اعظمی

(سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن)

جیٹ ایرویز نشست 12D

۲۰۱۳/۱۱/۱۷

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم امابعد!

دنیا میں قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کائنات کی، دنیا کے نقشے پر بے شمار قومیں پوری شان وشوکت کے ساتھ نمودار ہوئیں اور ذلت ورسوائی کے ساتھ تباہ وبرباد ہوکر نشانِ عبرت بن گئیں۔ آیئے! ہم غور کریں کہ آخر قوموں کی تباہی کے اسباب کیا ہیں؟ اس لیے کہ قوموں کا زوال بے سبب نہیں ہوتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لاَ یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورۂ رعد: پارہ ۱۳، آیت ۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

موجودہ دور میں بہ طورِ خاص اُمتِ مسلمہ کی تباہی وبربادی کے حوالے سے ہر کوئی فکر مند نظر آتا ہے۔ دانشورانِ قوم اسباب تلاش کررہے ہیں اور اُمت کو زوال سے عروج کی طرف لے جانے کے لیے منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ اگر ذمہ دارانِ قوم سے استفسار کیا جائے کہ کلمہ پڑھنے کے باوجود، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی ماننے کے باوجود اور قرآن کو اللہ کی آخری کتاب ماننے اور یوم آخرت پر عقیدہ رکھنے کے باوجود آج قوم کسمپرسی کے ایام کیوں گزار رہی ہے اور دن بہ دن پس ماندگی کی طرف کیوں جارہی ہے تو زیادہ تر لوگوں کا یہی جواب ہوگا کہ جہالت، بداخلاقی، گناہوں میں ڈوب جانا، والدین کی نافرمانی، مغربی تہذیب وتمدن کو اپنانا وغیرہ۔ یقیناً یہ سارے جرائم اور گناہ بربادی کی طرف لے جانے والے اعمال ہیں

لیکن اصل وجوہات صرف یہی نہیں ہیں اس لیے کہ اگر اصل اسباب یہی ہوتے تو آج تعلیمی معیار پہلے کے مقابلے قدرے غنیمت ہوا ہے، نمازیوں کی تعداد قدرے بڑھی ہے، والدین کی فرماں برداری سے لے کر اسلامی تہذیب کسی حد تک پروان چڑھ رہی ہے لیکن حالات بد سے بدتر ہو رہے ہیں کہیں کوئی خاص کامیابی نظر نہیں آتی اور نہ مسلمانوں میں عروج اور ترقی کے آثار دکھائی دیتے ہیں، یہ بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ ماتھے کی آنکھوں سے روز آپ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں اس امت کی تباہی کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا علاج کیا ہے تو آیئے ہم قرآن مقدس کی روشنی میں اُمم سابقہ کی تباہی کی وجہ اور موجودہ دور میں مسلمانوں کی تباہی کی وجہ بھی جانیں اور اس کا علاج تلاش کریں۔ اس لیے کہ قرآن مقدس خود اپنی شان بیان کرتا ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (سورہ یوسف: پارہ ۱۳، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو کسی عذاب میں یوں ہی گرفتار نہیں فرمایا بلکہ ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے اپنے انبیاے کرام علیہم السلام ان کے درمیان بھیجے جیسا کہ اس نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ یعنی جتنی قومیں گزری ہیں ان میں ڈر سنانے والے گزر چکے ہیں۔ قوم کی ذمے داری یہ تھی کہ جس رب کے بندے ہیں اس کی پیش کردہ خطوط پر چلتے اور راہ زیست کے لیے ہادیوں کی رہنمائی میں قدم بڑھاتے اور اس کے لیے ضروری تھا کہ اس ہادی کا احترام و محبت پہلے دل میں ہوتا اس لیے کہ آدمی اسی سے کچھ سیکھنا پسند کرتا اور اسی کو آئیڈیل بناتا ہے جس کی محبت دل میں موجود ہے، اگر ادب و محبت دل میں نہیں تو تعلیم حاصل کر کے بھی معلم کا مذاق اڑائے گا، بے ادبی کا مظاہرہ کرے گا جو زوال نعمت ہی کا سبب نہیں بلکہ تباہی و بربادی کا ذریعہ بھی بنے گا اس لیے کہ نافرمانی کے مقابلے میں بے ادبی اور توہین خطرناک جرم ہے۔

ہمارا دین ہر چیز کا ادب سکھاتا ہے ماں باپ کا ادب ،قرآن کا ادب ،مسجد کا ادب ، چلنے کا ادب ،کھانے پینے کا ادب یہاں تک کہ زمین کے آداب وحقوق بھی بتائے ۔کیوں؟ اس لیے کہ ساری چیزیں ہمیں فائدہ پہنچاتی ہیں اور اللہ عزوجل کی نعمتیں ہیں اور بے ادبی سے بچنے کا حکم فرمایا تاکہ قدردانوں میں ہمارا شمار ہو اور ہمارا درجہ بھی بلند ہو۔نعمتیں بھی ملیں اور اللہ عزوجل کی خوشنودی بھی حاصل ہو۔

باادب لوگ ہر شخص کو پسند اور پیارے ہوتے ہیں، وہی بچہ ماں باپ کو پیارا ہوتا ہے جواُن کا ادب بجالائے، وہی شاگرد استاذ کو پسند ہوتا ہے جوان کا ادب واحترام بجالائے اور وہی مرید شیخ کو محبوب ہوتا ہے جو پیر کا زیادہ ادب بجالائے اور بے ادب چاہے کتنا ہی باصلاحیت اور حسین وجمیل ہو مگر زیور ادب سے آراستہ نہ ہونے کی بنیاد پر ہر کوئی اسے ناپسند کرتا ہے بلکہ بے ادبوں کو تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سوسائٹی سے باہر کرنے کی وعید سنائی ہے۔اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔(سنن ترمذی: جز۴،ص ۳۲۱)

اس لیے اگر ہم بنظر عمیق قرآن مقدس کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قوموں نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مذاق اڑایا، ان کے ساتھ اِستہزا کیا تو اللہ پاک نے انہیں تباہ وبرباد کردیا۔آپ پورا قرآن اٹھا کر دیکھ اور پڑھ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جب بھی کسی قوم نے نبی کا مذاق اڑایا وہ قوم فوراً عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہی وبربادی کا شکار ہو گئی ۔اسی لیے اللہ پاک نے قرآن مقدس میں مختلف قوموں کا تذکرہ فرمایا اور ان کے واقعات کو بیان فرمایا تاکہ ہم ان قوموں سے عبرت حاصل کریں۔اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورۂ بنی اسرئیل: پارہ ۱۵، آیت ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔(کنزالایمان)

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۂ یوسف: پارہ ۱۳، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ (کنزالایمان)

جو لوگ دوسری قوموں سے عبرت حاصل نہیں کرتے وہ لوگوں کے لیے خود عبرت بن جاتے ہیں۔ اُمت محمدیہ کو آخر میں پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دوسری قوموں نے اپنے ہادی اپنے پیغمبر کی بے ادبی کی، ان کا مذاق اڑایا وہی ہلاک ہوئے تو ہم ان سے عبرت حاصل کریں اور ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں خود بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب سکھایا اور اپنی مقدس کتاب میں ایسے الفاظ بارگاہ محبوب میں کہنے پر پابندی لگادی کہ جس میں ایک معنیٰ اچھا اور ایک معنیٰ بُرا یا ایک معنیٰ اچھا اور کئی معانی بُرے ہوں۔ فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا

(سورۂ بقرہ: پارہ ۱، آیت ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! (میرے محبوب کو) رَاعِنَا نہ کہو بلکہ یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔

بارگاہ رسول میں حاضری اور گفتگو کے آداب قرآن یوں بیان کرتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورۂ حجرات: پارہ ۲۶، آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز پر اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

پورے قرآن میں چار مرتبہ نام "محمد" بیان فرمایا مگر "یا محمد" کہہ کر خطاب نہیں فرمایا۔

جب وہ خدا ہوکر اپنے محبوب کے اتنے ناز اٹھاتا ہے کہ اوروں کی طرح حبیب کا نام لے کر نہیں پکارتا بلکہ القابات سے یاد فرماتا ہے **یاایھا النبی** ،**یا ایھا الرسول** ،**یا ایھاالمزمل** ،**یا ایھا المدثر** ،**طٰہٰ** ،**یٰسٓ** جیسے پیارے القابات سے ندا فرماتا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ادب ہی کو اپنا طرۂ امتیاز بنائیں اور انبیائے کرام، صحابہ عظام اور اہل بیت کا ادب کرتے رہیں، اسی راہ پر ہمارے اسلاف چلتے رہے، وہ بزرگوں کا ادب کرتے تھے اور دنیا ان کا ادب کرتی رہی، بزرگوں کی بارگاہ میں ادنیٰ سی توہین بھی انہوں نے گوارا نہ کی بلکہ توہین کرنے والے بے ادبوں سے اپنا رشتہ بھی توڑ لیا جیسا کہ حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الشفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سیدنا عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا: مجھے ایک کاتب کی ضرورت ہے، کاتب ایسا تلاش کرو جو عربی ہو، مسلمان ہو اور اس کا باپ بھی مسلمان ہو۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے منشی نے جواب دیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی تو مسلمان نہ تھے (معاذ اللہ!) یہ سن کر عمر ابن عبدالعزیز جلال میں آگئے اور فرمایا کہ تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت تلاش کرتا ہے، گستاخ! آج کے بعد تو میرے ساتھ کام کرنے کے لائق نہیں، میں تجھے نوکری سے برخاست کرتا ہوں اب تجھ سے کتابت کا کام نہ لیا جائے گا۔ (شفاء شریف ج۲ص ۳۷۸)

صاحبِ شفا مزید تحریر فرماتے ہیں:

''بادشاہ ہارون رشید کے درباری شاعر نے شعر پڑھا اس میں جناب موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی توہین کی تو ہارون رشید اس شاعر پر غصہ میں آئے اور کہا پلید کے بچے تو عصائے موسیٰ کے ساتھ اِستہزا کرتا ہے یہاں سے نکل جا تو ہماری مجلس کے لائق نہیں''۔

اے دیوانگان عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! غور کرو کہ خود تو باادب بنے رہے اور اگر کسی نے بے ادبی کی تو برداشت بھی نہیں کیا فوراً تعلق توڑ لیا حتی کہ اگر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے منسوب کسی چیز کی توہین کی گئی تو اس کو بھی برداشت نہ کیا۔ مگر افسوس! آج تو انبیا علیہم السلام کا

مذاق اڑایا جارہا ہے، طرح طرح کی گستاخیاں کی جارہی ہیں اور ہم خاموش تماشائی بنے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ آج ہماری لٹتی ہوئی آبرو، اٹھتے ہوئے بے گور و کفن جنازے، ویرانوں میں تبدیل ہوتی بستیاں، روٹی کو ترستے پیٹ، خوشیوں کو ترستے ہوئے آنگن، سکون کو ترستے دل، حضرات انبیاے کرام بالخصوص نبی الانبیاء جان کائنات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کا نتیجہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ شعوری یا لاشعوری طور پر بے ادب اور گستاخ بنا کر ہماری عظمت وشوکت کو پامال کرنے کی ناپاک سازش کی جارہی ہے جسے ہم سمجھ نہیں پارہے ہیں۔

ہمیں اپنے اور بیگانے میں تمیز کرنی ہوگی، ایمان اور کفر میں فرق کرنا ہوگا، اہل حق کی حق گوئی کو مسلکی تعصب کہہ کر یا مولویوں کے جھگڑے کہہ کر ہم اس سے جان نہیں چھڑا سکتے بلکہ ہمیں ساڑھے چودہ سو سال پیچھے لوٹنا ہوگا وہی زمانہ جس میں سوز صدیق، درد بلال، عشق اویسی ہو اس دور کو واپس لانا ہوگا اور وہ بغیر تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں آسکتا اور دین کی حقیقت سمجھنا ہوگا کہ دین کیا ہے؟

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

عاشق رسول حضرت امام عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

آیاتِ قرآں آبروئیت تفسیر قرآں گیسوئیت
روئے تو قرآن ما ایماں توئی ایماں توئی

آج کے دانشور، مفکرین، مدبرین اور نباض قوم حیرت سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کل ہم تاجدار تھے آج ہم بھکاری ہیں، کل بادشاہ تھے آج گداگری کررہے ہیں ایسا کیوں؟ جب کہ نمازیوں کی تعداد کل کی بہ نسبت آج زیادہ نظر آرہی ہے، روزہ داروں کی تعداد میں

اضافہ ہوا ہے، حج اور عمرہ کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے، بچیوں نے پردہ اپنالیا، مردوں نے داڑھی سجالی پھر بھی یہ ناکامی، بے کسی اور بے بسی کیوں؟ جواب ملے گا کہ کل کے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے باادب تھے اور آج کا کلمہ پڑھنے والا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب۔ یہی وجہ ہے کہ عمل تو ہے مگر بے ادبی کی بنیاد پر بے سود۔ کل کا مسلمان بادشاہ ہو کر بھی بغیر وضو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لینا پسند نہیں کرتا تھا اور آج ہر کس و ناکس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر بتا رہا ہے۔ جب تک تعظیم مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن ہمارے ہاتھوں میں تھا اس وقت تک ہم بادشاہ تھے، میر کارواں تھے، کامیاب و کامراں تھے، اور جب سے بے ادبی اور گستاخی کی نحوست آئی، تباہی ہی تباہی ہے۔ العیاذ باللہ!

زیر نظر کتاب میں آپ قرآن کی روشنی میں پڑھیں گے کہ جب بھی قوموں نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑایا اور بے ادبی کی تو قومیں برباد ہو کر دنیا میں عبرت کا سامان بن گئیں، ان ناکام قوموں کی تباہی کا تذکرہ قرآن مقدس کی روشنی میں آپ مطالعہ کریں اور زندگی کے لیے رہنما اصول طے کریں۔ ان شاء اللہ کتاب کے اخیر میں ہم حضرات صحابۂ کرام اور اُن اکابرِ امت کے معمولات بھی پیش کریں گے جو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ادب کی تصویر بن کر کائنات عالم پر چھا گئے۔ تاکہ پتہ چلے کہ توہین انبیا نے قوموں کو تباہ و برباد کردیا اور تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت نے قوموں کو ذلت و رسوائی کی پستی سے نکال کر عروج و ارتقا کی منزل کا مسافر بنادیا۔

ابلیس کی تباہی

انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے زمین پر جن آباد تھے جب انھوں نے آپس میں خونریزیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں زمین سے اٹھا کر پھینک دو جب حکم الٰہی سے جناتوں سے زمین خالی کروائی گئی تب ابلیس جنات کا چھوٹا بچہ تھا، فرشتے اسے اپنے ساتھ

آسمانوں پر لے گئے وہ ترقی کرتے کرتے ملائکہ کا استاد بن گیا۔ (امام غزالی)

پھر کیا کہنا جب چاہتا زمین پر آتا، آسمانوں پر جاتا، جنت میں جاتا، ہزاروں سال کی عبادت علمی صلاحیت سب کچھ اس کے پاس تھی مگر زیور ادب سے عاری ابلیس ناری کہ جب پیدائش آدم علیہ السلام کے بعد اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی تعظیم بجالاؤ اور انہیں سجدہ کرو تو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا جس میں ابلیس نے نہیں کیا اور وہ مردود ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تمام فرشتوں میں سب سے پہلے سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرشتوں کا سردار بنا دیا۔ (تفسیر نعیمی جلد اول)

یہیں سے ہمیں درس ملا کہ تعظیم بجالانے والا سردار بن گیا اور بے ادب مردود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یہ مخلوق میں سب سے پہلی بے ادبی تھی جو ابلیس سے سرزد ہوئی اور وہ بھی اللہ عزوجل کے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی تو اللہ عزوجل نے اپنی بارگاہ میں کیے جانے والے سجدے اور عبادت کو نہیں دیکھا بلکہ نبی کی بے ادبی کی سزا کے طور پر اس کی زندگی بھر کی عبادت اور اس کے بلند منصب سب کچھ برباد کیے اور اس سے عزت کا تاج چھین لیا گیا اور قیامت تک آنے والی آدم کی اولاد کو درس دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس ابلیس جتنے سجدے بھی ہوں تو بھی میرے نبی کی معمولی بے ادبی سے وہ رائے گاں ہو جائیں گے اور تم میری بارگاہ کے مردود قرار دیے جاؤ گے۔ لہٰذا! خبردار عبادت پر مغرور اور نازاں مت ہونا بلکہ قدم قدم پر ڈرتے رہنا اور غلطی سے بھی میرے نبی کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہ کرنا ورنہ ذلت ورسوائی کے عمیق غار میں جا گرو گے۔

اب حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن مقدس کی روشنی میں سمجھیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ

وَ نُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ o قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرہ: آیت۳۰ تا۳۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے پھر سب اشیا ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ، بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا: اے آدم! بتا دے انہیں سب اشیا کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیے۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (کنزالایمان)

قوم نوح علیہ السلام کی ہلاکت

اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام اللہ عزوجل کے پہلے رسول ہیں، رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہوتا ہے بعض مؤرخین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھبیس

سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔(تاریخ طبری)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس(10) قرن (صدی) کا فاصلہ ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے تقریباً ہزار(1000) سال کا فاصلہ رہا وہ سارے لوگ اسلام پر تھے۔(طبقات الکبریٰ جلد ا،ص۴۲)

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اس وقت ہوئی جب آپ کی قوم بتوں کی عبادت، شیطان کی اطاعت، نفس پرستی اور اخلاقی گراوٹوں کا شکار ہوچکی تھی۔بعثت کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک چوراسی (84) سال تھی آپ کی قوم میں بت پرستی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب ان میں کوئی نیک شخص مرجاتا تھا تو اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیتے اور اس پر تصویریں رکھ دیتے اور اس کی عبادت کرتے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو(950) سال تک سمجھایا۔جناب نوح علیہ السلام کی اس سعیٔ جمیلہ کو قرآن نے اس طرح بیان کیا۔

جب قوم نے جناب نوح علیہ السلام کو اپنی طرح نرا بشر بطور توہین کہا اور سرداری کا لالچی اور دیوانہ ومجنون کہہ کر جناب نوح علیہ السلام کا مذاق اڑایا اور آپ کی گستاخی کے مرتکب ہوئے تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل فرمایا جسے قرآن مقدس یوں بیان کرتا ہے:

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ○ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ○ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ○

ترجمہ: تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے، تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو

ہے کوئی دھیان کرنے والا، تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں ۔ (سورۂ قمر: پارہ ۲۷، آیت ۱۰ تا ۱۶)

قوم نوح پر اللہ کا وہ عذاب رہتی دنیا تک نشان عبرت بن گیا، جناب نوح علیہ السلام کی قوم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتی کہ زمین سے پتھروں سے پانی نکلنے لگا اور پوری قوم طوفان میں غرق ہوگئی وہی لوگ محفوظ رہے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے اور کشتیٔ نوح میں سوار ہوگئے۔

مذکورہ آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ قوم نوح پر اللہ عزوجل کا عذاب اس وقت نازل ہوا جب اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی توہین وتکذیب کی دعوت الیٰ اللہ کے انکار پر اللہ عزوجل نے کوئی عذاب نازل نہ فرمایا بلکہ نبی کی توہین و بے ادبی کے عوض میں اللہ عزوجل نے اپنے عذاب میں گرفتار فرمایا۔ مزید غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اکثر توہین کرنے والے تھے، ادب کرنے والے قلیل تھے لیکن اللہ عزوجل نے اکثریت کی پروانہیں کی بلکہ باادب لوگوں کوادب کے صلے میں بچالیا، بے ادب اور نافرمان بیٹا تو ہلاک ہوا لیکن فرماں بردار امتی نجات پاگئے۔ لہٰذا کسی فرقے کی اکثریت یا ان کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر ان کو حق پر سمجھنا نادانی ہے بلکہ قلیل ہوں مگر حق پر ہوں تو قلیل کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ عزوجل نافرمان کو تو گوارا کر لیتا ہے لیکن اپنے نبی کے بے ادب کو معاف نہیں فرماتا، اسے ضرور بے ادبی کی سزا دیتا ہے۔

قوم ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبعوث کیے گئے، آپ انتہائی حسین وجمیل اور مضبوط جسم والے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا۔ قوم عاد ایک خوش حال اور ستونوں کے خوبصورت مکانات میں رہنے والی قوم تھی، عرب میں اس قوم کی ترقی، خوش حالی اور فن معماری کے چرچے تھے بلکہ عرب کے قدیم

شعرا نے ان پر سینکڑوں اشعار کہے ہیں جو آج بھی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔قرآن مقدس میں ان کی بستی کو اَحقاف کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''ضیاء القرآن'' میں رقم طراز ہیں کہ:

اَحقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے، اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔قوم عاد کے لوگ انتہائی مضبوط جسم اور طاقتور تھے، ان کی طاقت اور خوبصورتی وخوش حالی نے انہیں اللہ عزوجل کا باغی بنا دیا۔اللہ عزوجل کی نعمتیں پانے کے بعد بجائے اس کے وہ اللہ کی بارگاہ میں جھکتے وہ مغرور ہو کر خدا کے باغی بن بیٹھے اور بتوں کی پرستش میں ملوث ہو گئے۔حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے دل نشیں انداز میں انتہائی نرمی سے سمجھایا جسے اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا:

اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ٥ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ٥ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ٥ وَاتَّقُوا الَّذِىۡۤ اَمَدَّكُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ٥ اَمَدَّكُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِيۡنَ٥ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ٥ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ٥ (شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۲۸ تا ۱۳۵)

ترجمہ: کیا ہر بلندی پر ایک نشانی بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو اور مضبوط محل چنتے ہو اس اُمید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے، بے شک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔(کنزالایمان)

حضرت ہود علیہ السلام نے کتنی شفقتوں سے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی نبوت واطاعت کی طرف بلایا مگر دولت اور طاقت کے نشے میں چور اس قوم نے ازراہِ تکبر حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ کی شان میں ہذیان گوئی کا ارتکاب کیا جسے

قرآن مقدس یوں بیان فرماتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَo قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ o (سورۂ اعراف: پارہ ۸، آیت ۶۶ تا ۶۸)

ترجمہ: اس کی قوم کے سرادر بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔ کہا اے میری قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ؟ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

جب قوم (عاد) نے حضرت ہود علیہ السلام کی بے وقوفی اور جھوٹ جیسے بدترین الفاظ میں توہین کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کو بھی قوم نوح کی طرح عذاب میں گرفتار فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍo (سورۂ فجر: پارہ ۳۰، آیت ۶)

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا۔

اَمَّا عَادٌ فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَھُمْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً وَّکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ oفَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَخْزٰی وَھُمْ لَا یُنْصَرُوْنَo (سورۂ حم سجدہ: پارہ ۲۴، آیت ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور اور کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی

شامت کے دنوں میں کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بے شک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اوران کی مدد نہ ہوگی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ (سورہ حاقہ: پارہ ۲۹، آیت ۶ تا ۹)

ترجمہ: اور رہے عاد وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ (شاخ) ہیں گرے ہوئے تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

چشم عبرت سے ان آیات مبارکہ کو بار بار پڑھا جائے کہ جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی گستاخی کی تو مضبوط ستونوں میں رہنے والی ترقی یافتہ قوم کو اللہ نے اس طرح ہلاک کیا کہ پہلے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی اور جب وہ بارش کے متمنی ہوئے تو ان پر سیاہ بادل بھیجا جسے دیکھ کر وہ خوش ہوئے کہ اب بڑے زور کی بارش ہوگی، ندی نالے سب اُبل پڑیں گے، کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوجائیں گی، باغات ہرے بھرے ہوجائیں گے مگر ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا اور مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک زبردست آندھی چلی جس نے درختوں، جانوروں اور انسانوں کو تنکوں کے مانند اڑا دیا اور خوش حال آبادی کھنڈرات کا ایک قصۂ پارینہ بن گئی، آج بھی ان کھنڈرات کو دیکھ کر لوگ عبرت سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کیا یہاں بھی کبھی کوئی ترقی یافتہ قوم موجود تھی؟ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔

قوم صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مقدس میں اکثر مقامات پر حضرت ہود علیہ السلام کے بعد کیا گیا ہے آپ کی بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی، آپ کی

قوم انتہائی متمدن، خوش حال اور مال دار تھی، قرآن مقدس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو قوم ثمود کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ قوم عاد کی طرح یہ لوگ بھی فن معماری میں بڑے مشہور ومعروف تھے، اس قوم نے پہاڑوں کو تراش کر بڑے خوبصورت اور مضبوط مکانات تیار کیے تھے، اس کے نشانات آثار قدیمہ کی شکل میں آج بھی موجود ہیں یہ قوم حجاز اور شام کے درمیان آباد تھی جس کا صدر مقام الحجر کے نام سے معروف ہے۔ اس قوم نے بھی اپنی دولت، خوش حالی اور سرسبز وشادابی سے متکبر ہو کر اللہ رب العزت سے بغاوت کی اور بت پرستی واخلاقی گراوٹ کا شکار ہوئی، تمدن اور عمارتوں کے معاملے میں تو بہت بلند تھی مگر انسانی شرافت کے معاملے میں انتہائی پست اور گھٹیا پن کا شکار تھی، اس قوم کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے اللہ رب العزت کی توحید کی دعوت دی جسے اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں مختلف مقامات پر یوں بیان فرمایا:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ○ (سورۂ اعراف: پارہ ۸، آیت ۷۳، ۷۴)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی، یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ

پھرو۔ (کنزالایمان)

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ o (سورۂ ہود: پارہ ۱۲، آیت ۶۱)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو (بھیجا) کہا اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی اس قوم کی خیر خواہی چاہی اور انہیں اللہ سے ڈرایا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا مگر قوم ثمود کی بدنصیبی کہ انہوں نے اپنے خیر خواہ عظیم پیغمبر کا مذاق کیسے بُرے الفاظ سے اڑایا۔ اسے اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا:

کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ o فَقَالُوْآ اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُہٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ o ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْہِ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ ھُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ o

ترجمہ: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک بشر کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اور مغرور ہے۔ (سورۂ قمر: پارہ ۲۷، آیت ۲۳/۲۵)

قوم ثمود نے بہ نیت تحقیر اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا نرا بشر کہا ساتھ ہی جھوٹے اور مغرور جیسے بُرے الفاظ سے آپ کی بے ادبی کی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَھْلَہٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ o

ترجمہ: آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر بولے ہم ضرور رات کو چھاپا ماریں گے صالح

اور اس کے گھر والوں پر پھر اس کے وارث سے کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ (سورۂ نمل: ۹، آیت ۴۹)

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو آپ کی دعا سے پہاڑوں سے نمودار ہوئی تھی اس کی کوچیں (ایڑی کے اوپر سے پاؤں کے پٹھے) کاٹ دی، آپ کا مذاق اڑایا حتی کہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا وہ مضبوط مکانات پر اتراتے رہے، دولت اور مضبوط مکانات کے نشہ میں چور رہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کی بے ادبی اور مذاق اڑانے کی بنیاد پر قوم عاد کی طرح اس قوم کو بھی عذاب میں گرفتار فرما کر صاحب عقل کے لیے نشان عبرت بنا دیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا o اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا o فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا o فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا o وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا o

ترجمہ: ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا جب کہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا: اللہ کے ناقہ اور اس کے پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔ (سورۂ شمس: پارہ ۳۰، آیت ۱۱ تا ۱۵)

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ o فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o

ترجمہ: اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو

تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بے شک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لیے۔(سورۂ نمل: پارہ ۱۹، آیت ۵۲/۴۹)

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ ۝

ترجمہ: تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔

(سورۂ اعراف: پارہ ۸، آیت ۷۹/۷۸)

قارئین! غور فرمائیں کہ جب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑایا تو اللہ عزوجل نے ان کو کتنی دردناک سزا عطا فرمائی۔

قوم لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے ہیں، آپ کو اللہ رب العزت نے ارضِ مقدس میں مبعوث فرمایا، اس وقت وہ علاقہ چار بڑے شہروں میں تقسیم تھا سدوم، عموراء (عاموراء)، صبوح، صبویراء، چاروں شہروں میں سدوم کو صدر مقام کی حیثیت حاصل تھی، ان تمام علاقوں کی مجموعی آبادی تقریباً چار سے پانچ لاکھ تھی، حضرت لوط علیہ السلام شہر سدوم کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے، سدوم باغات اور پھلوں کی کثرت کی وجہ سے انتہائی خوش حال مقام تھا، سدوم کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ ایک خوبصورت شہر ہونے کی وجہ سے لوگ دور دور سے تفریح کے لیے آیا کرتے تھے، نہروں کی کثرت اور باغوں کے حسن نے اسے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا دیا تھا، قوم لوط علیہ السلام میں مختلف برائیاں تھیں جیسے سیٹی بجانا، تالیاں بجانا، غلیل سے شکار کرنا، داڑھی منڈانا، مونچھیں لمبی کرنا، ریشم پہننا اور خاص طور پر مردوں کا

مردوں کے ساتھ غیر فطری عمل (بدفعلی) کرنا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نے اپنی قوم کو ان تمام برائیوں سے روکنے کی کوشش کی اور اللہ کے عذاب سے انہیں ڈرایا۔ اللہ تعالیٰ رشاد فرماتا ہے:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ o وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ o

ترجمہ: کیا مخلوق میں مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بیویاں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ (سورۂ شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۶۵، ۱۶۶)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ o

ترجمہ: تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔ (سورۂ اعراف: پارہ ۸، آیت ۸۱)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ o اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرِ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o (سورہ عنکبوت: پارہ ۲۰، آیت ۲۸ /۲۹)

ترجمہ: اور لوط کو نجات دی جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا، کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو۔

اس بدکار اور ہوس پرست قوم کو جب حضرت لوط علیہ السلام نے خیر کی طرف بلایا تو وہ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کے درپے ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی جناب میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَo

ترجمہ: اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ (الاعراف: ۸، آیت ۸۲)

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَo

ترجمہ: بولے اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیے جاؤ گے۔

(سورۂ شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۶۷)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَo

ترجمہ: تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورۂ عنکبوت: پارہ ۲۰، آیت ۲۹)

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَo

ترجمہ: بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا کہ اوروں کے معاملے میں دخل نہ دو۔ (سورۂ الحجر: پارہ ۱۴، آیت ۷۰)

کسی قوم کی ہوس پرستی کی یہ انتہا نہیں تو اور کیا ہے کہ اپنے عظیم مصلح جو اللہ کے پیغمبر بھی ہیں ان کی بات سن کر اپنی اصلاح کرنے کی بجائے انہیں کو طعنہ دے کر بستی سے باہر نکالنے کی دھمکی دے اور جھٹلائے، جب قوم لوط نے جناب لوط علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی اور بستی سے باہر نکالنے کی دھمکی دی، اس قوم پر اللہ رب العزت نے عذاب نازل فرمایا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَo

ترجمہ: اور ہم نے ان پر ایک مینھ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

(سورۂ اعراف: پارہ ۸، آیت ۸۴)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍO مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍO

ترجمہ: پھر ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ کچھ ظالموں سے دور نہیں۔ (سورۂ ہود: پارہ ۱۲، آیت ۸۲/ ۸۳)

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَO وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَO (سورۂ شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۷۲/ ۱۷۳)

ترجمہ: پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی برا برساؤ تھا ڈرائے گیئوں کا۔

لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ O فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ O فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ O اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ O (سورۂ الحجر: پارہ ۱۴، آیت ۷۲/ ۷۵)

ترجمہ: اے محبوب آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں تو دن نکلتے ہی انہیں چنگھاڑ نے آلیا تو ہم نے بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔

جب عذاب الٰہی کا وقت آیا حضرت لوط علیہ لسلام اپنی خاندان کے لوگوں کو لے کر سدوم سے باہر نکل گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس بدکاری کرنے والی اور نبی کی بے ادب قوم پر پتھروں کی بارش فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر اس شہر کے نیچے داخل کیا اور زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتی کہ آسمان والوں نے کتے اور مرغوں کی آوازیں سنیں پھر انہوں نے اتنی بلندی پر لے جا کر زمین کو پلٹ دیا۔ (تبیان القرآن جلد ۴ ص ۲۲۰)

پھر ایک خوش حال قوم ہمیشہ کے لیے تاریخ کے صفحات میں نشان عبرت بن گئی۔ یہ ہے اللہ عزوجل کے نبی کی بے ادبی کا انجام!۔

قوم شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایک فصیح اللسان نبی گزرے ہیں، ان کے حسنِ استدلال اور فصیحانہ اندازِ کلام کی وجہ سے ان کو خطیب الانبیاء بھی کہا جاتا ہے، آپ کو اہل مدین کی طرف مبعوث کیا گیا، آپ کی قوم یمن سے شام اور عراق سے مصر جانے والی شاہراہ پر آباد تھی، مشہور تجارتی شاہراہ پر آباد ہونے کی بنیاد پر مدین میں ایک مشہور تجارتی منڈی تھی، اس بنیاد پر اہل مدین ایک ماہر تجارت ہونے کی وجہ سے معاشی طور پر خوش حال تھے مگر کم نصیبی یہ کہ معاشی خوش حالی نے انہیں بھی دوسری قوموں کی طرح بت پرستی ،ڈاکہ زنی، ناپ تول میں کمی اور اخلاقی گراوٹ کا شکار کر دیا تھا حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی فصیحانہ لب ولہجہ میں اس قوم کو ان تمام برائیوں سے روکا جسے اللہ پاک نے قرآن مقدس میں اس طرح بیان فرمایا:

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ o اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ o فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ o وَمَا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ o وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ o وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ o وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ o

ترجمہ: جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں، بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ناپ تول پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو۔ (سورۂ

شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۷۷/۱۸۴)

محترم قارئین کرام! غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کتنی دل سوزی سے اس قوم کو سمجھایا، مالدار قوم یہ نہ سمجھے کہ وعظ و نصیحت اور خیر خواہی سے حضرت شعیب علیہ السلا مال حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے مقدس فصیحانہ خطاب میں یہ بھی وضاحت فرمادی کہ اس پر میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا بلکہ اصلاحِ احوال مقصود ہے مگر جو قوم دولت کے نشہ میں چور ہو جائے اور غرور تکبر کے دلدل میں پھنس جائے تو پھر اس قوم کی حالت ہی عجیب ہوتی ہے۔قوم کے مغرور سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کے جواب میں انتہائی گستاخانہ انداز اختیار کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَo وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَo فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَo (سورۂ شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۸۵/۱۸۷)

ترجمہ: بولے تم پر جادو ہوا ہے تم تو نہیں مگر ہم جیسے بشر اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے دل پذیر ناصحانہ خطاب کے بعد اپنی اصلاح کی بجائے اہل مدین نے آپ کی شان میں ایسے گستاخانہ لب ولہجہ میں جواب دیا، آپ کو سحر زدہ، اپنی طرح بشر اور جھوٹا کہا معاذ اللہ! پھر نبی کی توہین اور بے ادبی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بھی ہلاک فرمادیا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍo اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَo وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُo (سورۂ شعراء: پارہ ۱۹، آیت ۱۸۹/۱۹۱)

ترجمہ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (سورۂ اعراف: پارہ ۹، آیت ۹۰/۹۲)

ترجمہ: اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے شعیب کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے شعیب کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے۔

قوم شعیب علیہ السلام کے حوالے سے مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب قوم نے بے ادبی کر کے سرکشی کی حد کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط کر دی، وہ اپنے گھروں میں گئے وہاں بھی خوب گرمی تھی پھر وہ جنگل کی طرف بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس نے ان کے سر پر سایہ کیا اور وہ ٹھنڈک پہنچی اور انہیں آرام ہوا انہوں نے ٹھنڈک پا کر اپنی قوم کے باقی افراد کو بھی بادل کے نیچے جمع کر لیا اور وہ خوش ہونے لگے کہ انہیں گرمی سے امان نصیب ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جس سے ان سب کو جلا کر خاکستر کر دیا اور بعض کو خوفناک زلزلے سے ہلاک کر دیا اس طرح قوموں کی تاریخ میں یہ قوم بھی عبرت کا سامان بن گئی، آج بھی اہل مدین کی داستان ہمیں دعوت فکر دے رہی ہے کہ نبی کی بے ادبی کا انجام تباہی اور صرف تباہی ہے۔

قوم موسیٰ علیہ السلام

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام انبیاے بنی اسرائیل میں وہ عظیم رسول ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہے اور آپ صاحبِ کتاب پیغمبر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر توریت نازل فرمائی یوں تو آپ اور آپ کی قوم کے بہت سارے واقعات قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ہم چند واقعات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے تاکہ ماننے والوں کے لیے نصیحت ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا گیا، اس وقت بنی اسرائیل فرعون کی ایذا رسانیوں سے دو چار تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے شکنجے سے نجات عطا فرمائی اور ان کو خوش حالی عطا کی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُم مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ وَفِيْ ذٰلِكُم بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ٥ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ٥ (سورۂ بقرہ: پارہ ۱، آیت ۴۹/۵۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بڑا عذاب کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدقہ وطفیل قوم بنی اسرائیل کو عزت خوش حالی نصیب ہوتی تو وہ بارگاہ موسیٰ علیہ السلام میں با ادب رہتے اور آپ کے قدموں میں

ہی اپنی عافیت وعزت سمجھتے مگر ان کی شومیٔ قسمت کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ انداز میں طرح طرح کے اعتراضات کر بیٹھے اور عذاب الٰہی کا شکار ہو کر نشان عبرت بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے تجھ پر جب تک ہم نہ دیکھ لیں اللہ کو ظاہر پس اس گستاخی پر آلیا کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے۔ (سورۂ بقرہ: پارہ ۱، آیت ۵۵)

وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ وَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: پارہ، آیت ۶۱)

ترجمہ: اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور غربت اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے، یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ وہ انکار کرتے رہتے تھے اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے تھے انبیا کو ناحق، یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔

فضیلت اور خوش حالی ملنے کے بعد جب قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ پر معترض ہوئے تو کڑک کے عذاب میں مبتلا ہو گئے اور اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قوم یہود پر ذلت اور غربت مسلط فرما دی، آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ غریب قوم قوم یہود ہے۔ وجہ انبیا کو ناحق قتل کرنا اور ان پر اعتراض کرنا یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں یہود کی کوئی مستقل حکومت نہیں، بیت المقدس پر ان کا غاصبانہ قبضہ تو ہے مگر اسے مکمل حکومت کا نام دینا دانشوروں کی شان کے خلاف ہے۔

اب تک چند انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی کا انجام آپ قرآن کی روشنی میں پڑھ چکے ہیں اللہ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس مصیبت میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا اس لیے قرآن مقدس میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی تعلیم دی، کہ محبوب سے کلام کرو تو کیسے کرو، ان کے ساتھ چلو تو کیسے چلو، ان کے گھر جاؤ تو کیسے جاؤ، کتنی دیر رکو، ان کو پکارو تو کس طرح پکارو بلکہ اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں اپنے محبوب کو پکارنے کا انداز عطا فرمایا۔

تعظیم رسول ﷺ اور اکابرین امت

اب ان نفوس قدسیہ کا ذکر حصول برکت کے لیے کیا جاتا ہے جن کی زندگی کا مقصود تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا اور وہ حضرات اپنی دین دنیا وآخرت کی کامیابی ہی ادب رسول کو سمجھتے تھے کیوں کہ تعظیم انبیا و نبی الانبیاء مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے دی۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ (سورۂ بقرہ: پارہ ۱، آیت ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو ''راعنا'' نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (سورۂ انفال: پارہ ۹، آیت ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔

نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت اور پکار پر کہ آپ اپنے کسی غلام کو اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں کسی وقت بھی پکاریں تو غلاموں پر فرض ہے کہ وہ وجہ جانے بغیر دوڑے

آئیں اور حکم کی تعمیل کریں۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن معلیٰ سے مروی ہے وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا میں نے جواب نہ دیا اور نماز پوری کرنے کے بعد آپ کے دربار میں حاضر ہوا آپ نے جواب نہ دینے اور تاخیر سے حاضر ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو میں نے عرض کر دیا کہ میں نماز میں مصروف تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا ''اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم'' (اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں)۔(بخاری شریف: جز ٦، ص ١٧)

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے متعلق بھی احادیث میں موجود ہے، گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ نماز ہمارے وسیلہ سے تمہیں نصیب ہوئی تو نماز کی حالت میں بھی تمہیں ہم سے غافل نہیں ہونا چاہیے لہٰذا جب رسول پکاریں تو کعبہ سے منہ پھیر کر کعبہ کے کعبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منہ کرو، ان کے دربار میں حاضر ہو جاؤ، ان کے حکم کی تعمیل کرو، یہ شرعی مسئلہ ہے کہ اس صورت میں نماز ٹوٹے گی نہیں جب تک غلام آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہے نماز ہی میں ہے یہاں سے اجازت ملے تو واپس ہو کر بقیہ نماز ادا کرے۔ جیسے فقہی مسئلہ ہے کہ اگر بحالت نماز وضو ٹوٹ جائے تو کسی سے بات کیے بغیر وضو کر کے باقی نماز پوری کر لی جائے۔ اللہ اکبر! جب وضو کے لیے کعبہ سے منہ پھیرا اور نماز کا ادا شدہ حصہ ضائع نہ ہوا تو جن کے صدقے میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا، ان کی بات سننے، ان سے بات کرنے، ان کے حکم کی تعمیل کرنے سے نماز کا ادا شدہ حصہ کس طرح ضائع ہو سکتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ نماز اتنی عظیم ہو گئی جس پر لاکھوں نمازیں قربان، یہ نمازی اتنا بلند مرتبہ ہو گیا جس پر لاکھوں جانیں قربان، ذرا غور تو فرمائیں! کہ مسجد نبوی شریف میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے کا ثواب پچاس گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو بحالت نماز نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری پر نماز کا ثواب کتنا زیادہ ہو جائے گا۔ اس

حقیقت کو صرف اہل محبت وعشق ہی سمجھ سکتے ہیں بہر حال یہ مقدر تھا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو بلا شبہ امت میں سب سے اعلیٰ وافضل اور بلند مرتبہ ہیں، ان سے محبت ان کا احترام ہمارے لیے ذریعۂ نجات ہے۔(احکام القرآن: جلد۲،ص۶۲)

تعظیم رسول کی تعلیم دیتے ہوئے رب ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔(سورۂ نور: پارہ۱۸،آیت۶۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَكُمۡ

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اِذن نہ پاؤ۔

(سورۂ احزاب: پارہ۲۲،آیت۵۳)

فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۝ (سورۂ اعراف: پارہ۹،آیت۱۵۷)

ترجمہ: وہ جو اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کرے اور اسے مدد دے اور اس نور کی پیروی کرے جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا۝ (سورۂ فتح: پارہ۲۶،آیت۹)

ترجمہ: تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

محترم قارئین کرام! درج بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت سے پہلے حضور سید کائنات مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وادب کی تعلیم دی، اگر قرآن کو ماننے کا نام ہی ایمان ہے اور یقیناً ہے تو پھر توحید کے نام پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین چہ معنی دارد؟ جب اللہ پاک اپنی مقدس کتاب میں اپنی عبادت پر اپنے محبوب کی تعظیم

وادب کو فوقیت دے رہا ہے تو پھر ہما وشما کو کیا حق پہنچتا ہے کہ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شرک کا خوف دلا کر قوم کو روکا جائے۔

یَـآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo (سورۂ حجرات: پارہ ۲۶، آیت ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

اس مبارک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کو منع فرما دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کو اللہ پاک نے اپنے سے آگے بڑھنے کے مترادف قرار دیا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقرعید کے موقع پر ابھی قربانی نہیں کی تھی، ایک صاحب نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان، تفسیر نعیمی)

اے دیوانگان عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غور تو فرمائیں کہ قربانی کے دنوں میں اللہ پاک کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قربانی کرنا ہے لیکن محبوب سے پہلے جو قربانی ہوئی اسے ناپسند کیا اور رد بھی کر دیا اور ساتھ ہی وعید بھی نازل فرما دی۔ اللہ اکبر!

یَـآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَo (سورۂ حجرات: پارہ ۲۶، آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آواز اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں۔

یہ مبارک آیۂ کریمہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن نعت ہے جس میں محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز اونچی کرنے اور چلانے پر حبطِ

اعمال (اِکارت) کی وعید سنائی۔ اعمال اکارت کب ہوتے ہیں؟ اگر قرآن مقدس کی دوسری آیت پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے اللہ فرماتا ہے یہ ہیں وہ جن کے اعمال اکارت گئے دنیا وآخرت میں اوران کا کوئی مددگار نہیں:

اُولٰٓـئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (سورۂ آل عمران: پارہ ۳، آیت ۲۲)

یعنی ایک بندے کے اعمال اسی وقت اکارت ہوتے ہیں جب وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے اور جن کے اعمال حبط (اکارت) ہوجائیں ان کا دنیا وآخرت میں کوئی مددگار نہیں۔

آیۂ کریمہ میں لفظ حبط (برباد، اکارت) قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچی آواز اور بے ادبی پر اعمال حبط کرنے کی وعید بیان فرمائی، ضبط کرنے کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ حبط اور ضبط میں فرق ہے، اگر سونا یا قیمتی اشیا حکومت کے نمائندے پکڑیں تو ضبط کیا جاتا ہے یعنی حالات سازگار ہونے پر واپس ملنے اور فائدہ اٹھانے کی کچھ نہ کچھ امید ہوتی ہے مگر شراب یا اس جیسی نشیلی اشیا حکومت کے نمائندے پکڑیں تو ضبط نہیں بلکہ حبط کر لیتے ہیں یعنی یا تو شراب زمین میں انڈیل کر پھینک دی جاتی ہے یا نشیلی اشیا کو آگ لگا دی جاتی ہے یعنی حالات کتنے ہی بہتر ہوجائیں واپس ملنے کی امید ہی ختم ہوجاتی ہے۔ اشیا ضائع جو ہوگئی بلاتشبیہ رب نے محبوب کی بے ادبی پر اعمال ضبط کا تذکرہ نہیں فرمایا تاکہ کوئی بے ادب خوش فہمی میں نہ رہے کہ خدا کو منا کر پھر اعمال واپس فائدہ مند کردیے جائیں گے بلکہ حبط فرمایا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کے بعد اعمال ضبط کے لائق رہ ہی نہیں جاتے بلکہ برباد کردیے جاتے ہیں۔

اِنَّ الَّـذِیْـنَ یَـغُـضُّـوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ o (الحجرات: ۲۶، آیت ۳)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ O

ترجمہ: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(سورۂ حجرات: پارہ ۲۶، آیت ۴)

صحابۂ کرام و محدثین عظام و اولیاے ذوی الاحترام نے قرآن مقدس کو صرف پڑھا ہی نہیں تھا بلکہ قرآن مقدس کے عملی تصویر تھے، یہی وجہ ہے کہ انہیں تعظیم انبیا و احترام نبی الانبیاء کا سبق قرآن مقدس کی آیات سے ملا تھا اور وہ احترام رسول ہی کو اپنی دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

وضو کا غسالہ اور صحابۂ کرام

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نیت عمرہ اپنے پندرہ سو صحابہ کو لے کر سوئے حرم روانہ ہوئے، کفار مکہ نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو مکہ آنے سے روکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، کفارِ مکہ نے ہر طرح آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کو واپس جانے پر مجبور کیا، صحابۂ کرام ڈٹ گئے تو اس وقت کفار مکہ نے حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کو (جب مسلمان نہیں ہوئے تھے) حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اس موقع پر حضرت عروہ ثقفی نے صحابۂ کرام کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تعظیم کرتے ہوئے دیکھا واپسی کے بعد مکۂ مکرمہ کے کافروں سے ان الفاظ میں بیان کیا:

”اے قوم، واللہ! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا، کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم

کرتے ہیں۔خدا کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایتِ تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتے۔

(بخاری شریف: کتاب الشروط، جلد۲، ص۳۰، حدیث۴)

حضور سید عالم ﷺ ہی بڑے ہیں

مطلب بواسطہ والد اپنے دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قباث بن اشیم سے پوچھا تمہاری عمر زیادہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں اور میری ولادت پہلے ہے اور میں نے (ابرہہ کے) ہاتھی کی لید سبز رنگ میں بدلی ہوئی دیکھی ہے۔(جامع ترمذی، ابواب المناقب، جلد۲، حدیث۳۵۵۳، ص۱۷۶)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ وہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں غایت درجہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری نظروں میں کوئی شخصیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھی اور نہ کوئی آپ سے زیادہ بزرگ اور مرتبہ والا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رعب ودبدبہ، ہیبت وصولت کا یہ عالم تھا کہ میری کبھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھ سکتا، میں کوشش کے باوجود یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرسکوں کیوں کہ مجھ سے اس بات کی جرأت ہی نہیں ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔

حضرت اُسامہ ابن شریک فرماتے ہیں کہ میں جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حاضرین وہاں اس طرح بے حس وحرکت بیٹھے ہیں کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، اگر انہوں نے ذرا بھی حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے اور اس مضمون کی ایک اور حدیث بھی مروی ہے جس میں صحابہ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہم بارگاہ رسالت میں اس طرح بیٹھتے تھے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے تو حاضرین اپنی گردنیں جھکا لیتے تھے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال ترشوا رہے تھے اور صحابۂ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حلقہ بنائے کھڑے تھے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی حاصل کرلیں۔(مسلم شریف: کتاب الفضائل، ج ۳، ص ۲۵۳ حدیث ۵۹۲۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی جانب سے سفیر بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو اہل مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ طواف کعبہ کر سکتے ہیں لیکن غیرت عثمانی نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ تنہا طواف کریں، آپ نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے طواف کعبہ کروں، پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کرلیں اس کے بعد میں طواف کرسکوں گا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لائے تو بعض صحابہ نے پوچھا کہ بھائی عثمان تم تو مکۂ مکرمہ گئے تھے تم نے تو کعبہ شریف کا طواف کرلیا ہوگا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بھائیو! تم نے مجھ سے بدگمانی کی میں مکۂ مکرمہ ضرور گیا تھا، قریش مکہ نے مجھے طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے ان سے کہا جب میرے آقا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا تو میں کیسے طواف کروں؟ اگر میں ایک سال بھی مکۂ مکرمہ میں مقیم رہتا تو بھی حضور کے بغیر کعبہ کا طواف نہ کرتا۔(کتاب الشفاء قاضی عیاض/ حصہ ۲/ ص ۸۷)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں کی جاتی تھی اس طرح ہماری نظروں سے پردہ فرمانے کے بعد بھی واجب ولازم ہے، نام نامی سننے کے بعد درود وسلام عرض کرنا، آپ کی حدیث، ذکر سیرت، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام کا تذکرہ سنتے وقت اظہار عظمت وادب واجب ولازم ہے۔

ابرہیم نجیبی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا سنے تو انتہائی خشوع وخضوع کا اظہار کرے اور اپنے حرکات ظاہری میں انہی باتوں کا مظاہرہ کرے جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں کرتا۔

ابوجعفر منصور مدینہ طیبہ آیا اور مسجد نبوی میں امام مالک سے مناظرانہ انداز میں گفتگو کرنے لگا، دوران گفتگو اس کی آواز بلند ہونے لگی تو امام مالک نے اس کو تنبیہ فرمائی اور کہا کہ مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آوازوں کو پست کرنے والوں سے فرمایا وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو بارگاہ رسالت میں پست رکھتے ہیں اسی طرح ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی جو آداب بارگاہ نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے، آیہ کریمہ میں ہے وہ لوگ جو آپ کو دروازہ سے باہر پکارتے ہیں ان میں اکثر شعور نہیں رکھتے۔ اے عباسی امیر! اس بات کو یاد رکھ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام آج بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں تھا امام مالک کی یہ باتیں سن کر منصور خاموش ہوگیا۔

خلیفہ منصور نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ دعا کرتے وقت خانہ کعبہ کی جانب منہ کروں یا مواجہ شریفہ کی جانب (منصور کے استفسار پر امام مالک نے وہ جواب دیا جو اہل محبت وعقیدت کے لیے سرمۂ بصیرت ہے) آپ نے فرمایا: اے امیر! تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جاجب سے کیوں منہ پھیرتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے لیے اور تیرے جداعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں تو حضور کی جانب متوجہ ہوکر طلب کر اور اپنی شفاعت کا طالب ہو اور آپ کے واسطے اور وسیلہ سے دعا کر اللہ تعالیٰ قبولیت عطا

فرمائے گا ارشاد ربانی ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور وہ لوگ اگر اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر حاضر ہوکر بارگاہ رسالت میں اظہار ندامت کریں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور آپ بھی ان کی سفارش فرمائیں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔(شفاء شریف: قاضی عیاض اندلسی/حصہ دوم/ص ۸۸)

مگر افسوس! اگر آج عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ منورہ میں سنہری جالیوں کے سامنے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجۂ اقدس کی طرف رخ کر کے سلام پیش کریں یا دعا کریں تو سعودی مطوے شرک شرک کہہ کر جبراً مواجۂ اقدس کی طرف پیٹھ کردیتے ہیں۔افسوس! کہاں صحابہ اور ائمہ کرام کا ادب اور کہاں یہ بے ادبی! آخر یہ قوم کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ کہیں یہ یہود و نصاریٰ کی سازش کا شکار تو نہیں؟ کیوں کہ یہود و نصاریٰ تاریخ کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ قوم مسلم کی کامیابی و کامرانی کا راز مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق اور تعظیم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، دنیا جس کو سیف اللہ کہہ کر پکارتی ہے وہ اپنی کامیابی کا ذریعہ طاقت اور فن حرب وضرب کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اس امت کو ناکامی کے دلدل میں ڈھکیلنے کے لیے غربت وذلت کی خاردار پگڈنڈی کا مسافر بنانے کی خاطر عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھیننے کی بھرپور کوشش کی تاکہ یہ قوم عشق رسول اور تعظیم رسول کے بغیر چلتا پھرتا بے روح لاشہ بن جائے اور ایک مردہ قوم کی حیثیت سے ذلت کی وادیوں میں بھٹکتی رہی اور نتیجتاً ایسے عناصر قوم مسلم میں چھوڑ دیے گئے جن کی رات ودن کی کوشش توحید کے نام پر توہین رسالت کرنا اور کرانا ہے۔ڈاکٹر اقبال نے اسی لیے تو بڑے کرب کے ساتھ کہا ہے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز

ایک دن مقام صہباء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھ کر حضرت علی کو کسی کام کے لیے کہیں بھیج دیا، حضرت علی جب واپس ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ چکے تھے، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھا اور سو گئے، حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی وقت جا رہا تھا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِستراحت کا خیال کر کے حضور کو بیدار کرنا پسند نہ کیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے تو فرمایا: اے اللہ! تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خاطر بیٹھا رہا تو سورج کو اس کے لیے لوٹا دے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا کہنا ہی تھا کہ سورج پھر نکل آیا حتی کہ اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی، حضرت علی اٹھے، وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا ۔(المعجم الکبیر / حجۃ اللہ علی العلمین / الشفاء لقاضی عیاض)

غور فرمایئے! حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آغوش مولیٰ علی میں محو استراحت ہیں ،مولیٰ علی کو نماز پڑھنی ہے، وقت رخصت ہو رہا ہے مگر مولائے کائنات علی مرتضی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانے میں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی تصور کرتے ہیں اسی شش و پنج میں تھے کہ ایک طرف نماز عصر ہے جس کو وقت مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے اور دوسری طرف اس سے بھی زیادہ اہم تعظیم و ادب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے آخر اسی سوچ میں اپنی نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی۔

یہ تو نماز تھی جو مولائے کائنات علی مرتضی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی مگر یار غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی جان قربان کر دی، ملاحظہ کریں۔

صدیق بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (شبِ ہجرت) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار تک پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! غار میں پہلے آپ تشریف نہ لے جائیں تا کہ اس میں کوئی چیز (موذی جانور وغیرہ) ہو تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے آپ کو نہ پہنچے، چنانچہ حضرت صدیق اکبر غار میں داخل ہوئے تو غار میں کئی سوراخ نظر آئے، آپ نے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر ان بلوں کو بند کر دیا دو بل باقی رہ گئے تو ان دونوں میں اپنے پیر ڈال دیے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تشریف لے آیئے تو اپنا سرِ انور صدیق کی گود میں رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں صدیق کے پاؤں میں سانپ نے ڈس لیا، صدیق اکبر کو تکلیف ہوئی مگر ہلتے نہ تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آئے حتی کہ صدیق اکبر کے آنسو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام ڈنک پر اپنا لعاب دہن شریف لگایا تو صدیق اکبر کی ساری تکلیف دور ہوگئی۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۵۲۷)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز اور سیدنا ابوبکر صدیق نے جان قربان کر دی جسے امام اہل سنت یوں بیان کرتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

موئے مبارک اور حضرت خالد بن ولید

حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے، اتفاقاً وہ ٹوپی کسی جہاد میں گرگئی، اس کو اٹھانے کی جناب خالد رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی اور اس سلسلے میں چند صحابہ بھی شہید ہوئے، بعد میں لوگوں نے جب ان سے شکایت کی اور اس ٹوپی کے بارے میں معلوم کیا تو حضرت خالد نے فرمایا کہ اس کی بذاتہ کوئی اہمیت نہ تھی لیکن اس میں نعمت بے بہا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے اور اس کے حصول کی غرض وغایت میں دو اُمور پنہاں تھے ایک تو یہ کہ وہ ٹوپی کفار ومشرکین کے ہاتھ نہ لگ جائے اور دوسرا یہ کہ میں ان موئے مبارک کی برکتوں سے محروم نہ ہو جاؤں۔ (شفاء شریف: ج۲ص۱۱۰)

بے وضو کمان کو نہ چھونا

احمد بن فضلویہ زاہد اپنے وقت کے ماہر تیر انداز تھے وہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہ لگایا جو نبی علیہ السلام کے دست اقدس میں رہی تھی۔ (شفاء شریف: ج۲ص۱۱۰)

حیرت کی بات ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام چیزوں پر ادب رسول اور تعظیم رسول کو فوقیت دیتے تھے مگر آج ایک طبقہ تعظیم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور طرفہ یہ کہ اسے اپنے زعم باطل میں توحید کا نام جڑتا ہے جب صراط صحابہ ہی راہ نجات ہے تو یقیناً تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیزاری نفاق ہے کیوں کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ منافقین کی علامت بیان کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًاo (سورۂ نساء: پارہ ۵، آیت ۶۱)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

یعنی منافقین کو نماز، روزہ، حج وزکوۃ عبادات کی طرف بلاؤ تو تھکے جی ہی سہی آتے ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بلاؤ تو کتراتے ہیں اور منہ پھیر جاتے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایسا کام کر کے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے بدترین جرم کا شکار ہوتے ہیں اور جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائیں ان کا انجام قرآن مقدس کی آیات سے ملاحظہ فرمائیں:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo

ترجمہ: اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے درد ناک عذاب ہے۔(سورۂ توبہ: پارہ ۱۰، آیت ۶۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًاo

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(سورۂ احزاب: پاہ۲۲، آیت ۵۷)

اب آیئے ان لوگوں کا انجام بھی سرِ دست ملاحظہ کرلیں جنھوں نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں توہین کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے تاکہ ہم اس ہلاکت سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

سید عالم ﷺ کے گستاخوں کا انجام

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اعلان نبوت فرمانے کا حکم دیا تو آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ ایک بہت بڑا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ مان لوگے؟ سب یک زبان ہو کر بولے کیوں نہیں کیوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری آزمائش کے لیے تھا، بات یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ سن کر ابولہب جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اٹھ کر کھڑا ہوا اور بولا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تباہ ہو جا اور تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ ابولہب کا یہ گستاخی کرنا تھا کہ اللہ نے انہیں الفاظ سے اس کا جواب دیا اور قرآن مقدس میں ارشاد ہوا:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ٥ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ٥ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ٥ (سورۂ لہب: پارہ ۳۰، آیت ۱/۳)

ترجمہ: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں۔

گستاخ رسول ابولہب کا عبرت ناک انجام

جب آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ہجرت کے بعد بھی اہل مکہ نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو ستانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی نتیجتاً جنگ بدر کا معرکہ پیش آیا ابولہب کی ہلاکت کی خبر قرآن بیان کر چکا تھا اس سے ابولہب ڈرا سہما رہتا تھا اسی خوف کی وجہ سے ابولہب نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی، جنگ بدر کے بعد ابو لہب سات دن تک زندہ رہا، وہ عدشہ کی بیماری میں مبتلا ہوا اس بیماری میں طاعون کی طرح

پورے جسم میں گٹھلیاں نکل آتی ہیں اور یہ ایک قسم کا پھوڑا ہوتا ہے، جسم کے پھوڑے کی تکلیف سے وہ اسی بیماری میں مر گیا، اس کے جسم سے سخت بد بو آرہی تھی تین دن تک لاش پڑی رہی، مکے کے لوگ اس کی لاش کے قریب نہیں آتے تھے، حتیٰ کہ اس کے بیٹے بھی اس سخت بدبو سے دور بھاگتے تھے، قریش کے ایک شخص نے اس کے بیٹوں سے کہا تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہارے گھر میں تمہارے باپ کی لاش سڑ رہی ہے اور اس سے بدبو پھیل رہی ہے تم اس کو دفن نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا ہم ڈرتے ہیں اس کو ہاتھ لگانے سے کہیں اس کی بیماری ہمیں نہ لگ جائے، اس شخص نے کہا تم اس کو دفن کرو میں تمہاری مدد کروں گا۔ امام ابورافع فرماتے ہیں: اللہ کی قسم ابولہب کو غسل بھی نہیں دیا گیا اور مکے کی ایک بلند جگہ سے اس کو ایک دیوار کے ساتھ پھینک دیا گیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال دیے گئے۔ (البدایہ والنہایہ: جلد۳/ تفسیر کبیر: جلد۲)

ولید بن مغیرہ

یہ وہ شخص ہے جس کا شمار مکہ کے سرداروں میں ہوتا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت اس نے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کیا اللہ کو آپ ہی ملے تھے نبوت کے لیے (معاذ اللہ!) آپ تو غریب اور مجنون ہیں۔ اس شخص نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس کے دس عیوب کو گنائے اور اخیر میں یہاں تک فرمایا یہ زانیہ کا بیٹا ہے حرام نطفے کا ہے جسے قرآن مقدس اس طرح بیان کرتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ○ (پارہ۲۹: سورہ قلم، آیت ۱۳/۸)

ترجمہ: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے

بڑھنے والا، گنہ گار، درشت خو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ (یعنی حرام نطفہ سے پیدا ہوا)۔

صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کی اصل میں خطا ہے اور وہ حرام نطفہ سے پیدا ہوا ہے تو وہ اپنی ماں کے پاس دوڑا دوڑا آیا اور تلوار نکال کر کہنے لگا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں دس باتیں بیان فرمائی ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں، سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا اور اس سے ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

قرآن مقدس کی ان آیات سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ جب اہل حق علمائے اہل سنت گستاخان رسول کی بدعقیدگی دکھا کر حق کی طرف بلاتے ہیں تو کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کیوں اِس کی اُس کی غیبت کرتے ہو اپنی اپنی بات کرو، اگر گستاخ رسول کے عیب بیان کرنا غیبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں بے ادب گستاخ قوموں کے حالات اور ابولہب کا نام لے کر اس کا انجام اور ولید بن مغیرہ جیسے بے ادب کی برائیاں کیوں بیان فرماتا؟ قرآن کی یہ مقدس آیت مبارکہ پیغام دے رہی ہے جو بھی انبیائے کرام کی شان میں توہین کرے اس کے عیب گنائے جائیں اور اس کی برائیوں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے تاکہ قوم اس کے شر سے اور اس کی بدعقیدگی سے محفوظ رہے اور اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں تباہی سے بچا سکے۔

مزید عبرت کے لیے یہاں بخاری شریف کی ایک حدیث پاک درج کی جارہی ہے تاکہ ہمارے قارئین گستاخ رسول کا انجام پڑھ کر اپنی زبان و قلم کو توہین رسالت سے بچا سکیں۔

گستاخ رسول کو قبر نے قبول نہ کیا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک نصرانی مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لی پس وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وحی کی کتابت کرنے لگا اور اس کے بعد وہ پھر نصرانی ہو گیا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو اتنا ہی جانتے ہیں جو میں نے لکھ دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اور لوگوں نے اسے دفن کر دیا لیکن اگلی صبح اس کی لاش زمین پر باہر پڑی دیکھی اور وہ کہنے لگے یہ محمد اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہو گا کیوں کہ یہ ان کے پاس سے بھاگ کر آیا تھا اس لیے ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی۔ دوسری مرتبہ اس کے لیے انہوں نے اور گہری قبر کھودی لیکن اگلی صبح وہ پھر باہر زمین پر پڑا ہوا تھا کہنے لگے یہ محمد اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے کیوں کہ یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا تھا لہٰذا ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی۔ تیسری دفعہ انہوں اس کے لیے بساط بھر خوب گہری قبر کھودی لیکن اگلی صبح کو اسے زمین کے اوپر پڑا ہوا پایا اب وہ سمجھے کہ ان کے ساتھ یہ سلوک لوگوں کی جانب سے نہیں ہے لہٰذا اسے پڑا رہنے دیا۔

(بخاری شریف: کتاب الانبیاء، جلد۲، ص ۳۴۶، حدیث ۸۲۲)

آج چند فرقوں نے توحید کے نام پر آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی توہین و بے ادبی کو اپنا مشن بنا لیا ہے اور ہر وہ چیز جس کا تعلق ذات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو یا بزرگان دین سے ہو اس کی بے ادبی کروائی جاتی ہے اور کی بھی جاتی ہے بلکہ اگر یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ بے ادبی کی ہی تبلیغ توحید کے نام پر کی جاتی ہے۔ **العیا ذباللہ !**

معزز قارئین کرام! آپ نے گزشتہ صفحات میں ان قوموں کا تذکرہ پڑھا اور قرآن مقدس کی روشنی میں یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ جب قوموں نے انبیائے کرام کا مذاق اڑایا اور ان کی بے ادبی کی، انہیں اپنے جیسا بشر کہا، مجنون ہونے کا طعنہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان ظالم قوموں کو عذاب میں گرفتار کر دیا۔ آپ یہ تصور کرتے ہیں کہ آج انبیائے کرام کی اور

بالخصوص نبی الانبیاء محبوب رب العلمین مختار کائنات مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہورہی ہے اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں تو آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ گزشتہ انبیا کی قوموں نے جن نبیوں کا مذاق اڑایا اور توہین کی وہ لوگ ان کا کلمہ نہیں پڑھتے تھے۔ مگر افسوس صد افسوس! آج بہت سارے فرقے کلمہ پڑھنے کے باوجود اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی ایسی دلیری کے ساتھ کرتے ہیں اور فرضی توحید کے نام پر آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے ادب اور گستاخ بناتے ہیں حتی کہ قرآن مقدس کے ترجمہ کے نام پر بھی غلط ترجمہ کرکے خود بھی توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں اور قوم کو بھی گستاخ بنا کر قوم کو تباہی کے دلدل میں لے جاتے ہیں۔ ہم ذیل میں چند کتابوں کے حوالے سے کچھ عبارتیں نقل کریں گے تا کہ قارئین خود محسوس کرسکیں کہ کیا کوئی کلمہ پڑھنے والا اپنے نبی کی شان میں ایسے کلمات لکھ سکتا ہے؟

شیطان وملک الموت کا علم حضور اکرم ﷺ کے علم سے زیادہ (معاذ اللہ)

☆ ”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے“۔
(براہین قاطعہ: ص۱۲۲، دارالکتاب دیوبند، خلیل احمد انبیٹھوی)

مسلمانو! خدارا غور کرو کہ آج تک دنیا میں کوئی ایسا ہوگا جس نے شیطان کی تعریف کی ہو مگر دیوبند کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو خلاف نص (یعنی قرآنی آیات کے خلاف) بتا کر شرک کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور شیطان وملک الموت کے علم کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے زیادہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی قرآنی آیات سے دعویٰ! مگر حیرت کی بات ہے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کے علم پر

کوئی آیت پیش نہیں کی ،صرف بے پر کا دعویٰ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر کوئی آیت نظر نہیں آئی۔اب آیئے قرآن مقدس کی روشنی میں علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسعت علمی عطا فرمائی اور تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ارشاد ہے:

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًاo

ترجمہ:اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھےاور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورۂ نساء: پارہ ۵، آیت ۱۱۳)

الرَّحْمٰنُoعَلَّمَ الْقُرْاٰنَoخَلَقَ الْاِنْسَانَ oعَلَّمَهُ الْبَيَانَo

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد (ﷺ) کو پیدا کیا، ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ (سورۂ رحمٰن: پارہ ۲۷، آیت ۱/ ۴)

اختصار ملحوظ ہے ورنہ مزید آیات اور احادیث صحیحہ پیش کی جا سکتی ہیں، تفصیل کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شہرۂ آفاق کتاب ”الدولة المكية“ کا مطالعہ کریں۔

نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال آنا

☆ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق (ڈوبنے) ہونے سے برا ہے کیوں کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔(صراط مستقیم: ص ۱۴۸، مولوی اسمٰعیل دہلوی)

مسلمانو! اللہ! انصاف کرو اور ذرا سوچو تو سہی گزشتہ قوموں نے بھی انبیا علیہم السلام کی

توہین کی مگر افسوس کلمہ پڑھنے کے بعد بھی نام نہاد پیشوا کہلانے والے رسول دشمنی میں کس حد تک گرے کہ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک خیال وتصور کو بیل اور گدھے کے خیال سے برا بتایا اور شرک کی طرف کھینچ لے جانے والا عمل گردانا۔ حیرت ہے اتنا سب کچھ لکھنے پر بھی قرآن وحدیث کا کوئی حوالہ نہ لکھا، ان توہین آمیز کلمات اور عبارات سے انہوں نے خود کتنی ترقی کی اور قوم کو عروج کی کن شاہراہوں پر لے گئے یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں عیاں راچہ بیاں؟ حالات خود اس کے گواہ ہیں اور امت مسلمہ گزشتہ چند سالوں میں زوال کی کس گہرائی میں گری ہے اس کا مشاہدہ ہر صاحب بصیرت اپنی نگاہ سے کرسکتا ہے۔ اب صحابی رسول کی نماز ملاحظہ کریں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، پیر کی صبح کے وقت مسلمان نماز پڑھ رہے تھے اور ابوبکر امامت فرمارہے تھے، یکا یک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے رُوبرو آ گئے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر انہیں دیکھا کہ لوگ صف بستہ ہیں اور مسکرا دیے۔ ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے اور سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لیے آنا چاہتے ہیں، مسلمانوں نے سوچا کہ نماز توڑ دیں جب لوگوں نے انتہائی مسرّت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (حالت نماز میں) دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے نماز مکمل کرنے کو کہا پھر حجرے میں چلے گئے اور آپ نے اسی دن وفات پائی۔ (بخاری شریف ابواب التہجد / رقم حدیث ۱۱۲۷/ ج ۱/ ص ۴۶۸)

ابو معمر روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں کچھ پڑھتے تھے؟ خباب بولے ہاں، ہم نے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ خباب نے کہا آپ کی داڑھی ہلتی تھی (یعنی صحابہ کرام نماز میں بھی چہرۂ رسول کی طرف نظر رکھتے تھے)۔ (بخاری شریف کتاب الاذان: رقم حدیث ۷۰۷/ ج ۱/ ص ۳۳۱)

حالت نماز میں تعظیم رسول ﷺ

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے تا کہ ان کے کسی تنازعہ کی صلح کرادیں اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا، مؤذن ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو میں اقامت کہہ دوں۔ فرمایا: ہاں ابوبکر نماز پڑھانے لگے اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ نماز میں تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوں کو چیر کر پہلی صف میں تشریف لائے، لوگوں نے تالی کی آواز سے انہیں متوجّہ کرنا چاہا مگر چونکہ ابوبکر نماز کے دوران اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے اس لیے نہ چونکے لیکن لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو ابو بکر متوجّہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کو کہا۔ ابوبکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اقامت جاری رکھنے کو کہا پھر وہ پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ابوبکر! جب میں نے تمہیں کہا تھا تو تم کیوں نہ ٹھہرے رہے۔ ابوبکر بولے ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔ (بخاری شریف کتاب الاذان: رقم حدیث ۶۴۸، ج ا، ص ۳۱۱)

طوالت کے خوف سے ہم نے بخاری شریف (اصح الکتب بعد کتاب اللہ) کی تین احادیث پیش کیں ورنہ کتب احادیث اس داستان عشق سے لبریز ہیں، دیکھا آپ نے صحابہ تو حالت نماز میں آقا کی طرف متوجہ ہوجائیں حتی کہ قبلہ سے پھر جائیں، رخ جاناں کے دیدار کی خاطر نماز موقوف کردیں پھر بھی ان کی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو نماز مکمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ساتھ ہی قبولیت کی سند بھی عطا فرماتے ہیں۔ اب فیصلہ آپ کریں کہ بے دلیل وہابیہ ذلیل کا مسلک صحیح ہے یا اہل سنت کا مسلک عشق و محبت جس

پر صحابہ نے اپنی زندگیاں تمام کر دیں۔

کیا حضور ﷺ کے والدین کافر ہیں؟

☆" سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

جواب: حضرت محمد ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالتِ کفر میں ہوا ہے فقط"۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۰۴، جسیم بکڈ پو، مولوی رشید احمد گنگوہی)

محترم قارئین کرام! وہ رسول گرامی وقار جنھوں نے ساری کائنات میں ایمان کا نور پھیلا دیا ان کے مقدس والدین کریمین پر مولوی رشید گنگوہی دیوبندی نے کفر کا فتویٰ لگایا اس پر بھی کوئی دلیل یا کسی معتبر کتاب کا حوالہ نہ دیا اور اس بات کی بھی کوئی سند نہ پیش کی ہے کہ امام صاحب نے اپنا یہ مذہب کس کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ پاک قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں۔ (سورۂ توبہ: پارہ۱۰، آیت ۲۸)

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹ میں منتقل ہوتا رہا۔ (زرقانی علی المواہب: ابونعیم عن ابن عباس)

یہاں اختصار ملحوظ ہے لہٰذا تفصیل کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین" ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے حق کا اس مسئلہ میں مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا دامن شرک و کفر سے کبھی داغدار نہیں ہوا، وہ ساری عمر اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ثابت قدم رہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم قیامت پر ان کا پختہ یقین تھا، مکارم اخلاق کے زندہ پیکر تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک

ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''بے شک انبیاے کرام کے آبا و اجداد کافر نہیں ہوتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری وہ ذات ہے جو آپ کو دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتے رہے، اس کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک سجدہ کرنے والے کی پیشانی سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی پیشانی میں منتقل ہوتا رہا اس سے یہ واضح ہوا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جملہ آبا و اجداد مسلمان تھے۔ (ضیاء النبی جلد۲ص ۸۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''مسالک الحنفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دلیل دو مقدموں پر مشتمل ہے پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبا و اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اپنے ہم عصروں سے بہتر اور افضل تھے اور ان کے ہم عصروں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ان سے بہتر اور افضل ہو۔ (ضیاء النبی: ج۲ص ۸۱)

امام ابو نُعیم اصفہانی نے کئی سندوں سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا، آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے جہاں کہیں سے دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو ان دونوں میں سے بہتر تھی۔ (دلائل النبوۃ)

امام ترمذی نے اس روایت کو اپنی سنن میں اور امام بیہقی نے حضرت عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہترین مخلوق سے کیا پھر جب قبائل کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں کیا پھر جب نفوس کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے کیا جن کے نفوس بہت بہترین تھے پھر جب خاندانوں میں رکھا پس میں ان سب سے بلحاظ خاندان اور بلحاظ نفس بہتر ہوں۔ (جامع

ترمذی بحوالہ ضیاء النبی جلد۲ص ۸۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا، صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوتیں میں بہتر شاخ میں تھا، ایک روایت میں ہے میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ (جامع الاحادیث جلد۴ص ۳۸۵)

حضور کا علم بچوں جانوروں اور پاگلوں کے برابر (معاذ اللہ)

☆ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص (خصوصیت) ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم (جانور اور چوپائے) کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان: ص ۱۵، دار الکتاب دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی)

اے عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا یہ عبارت پڑھ کر آپ کا ایمان نہیں لرزتا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے معلم کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور چوپایوں کے برابر بتایا، کیا یہ گستاخی نہیں؟ اب آپ دیکھیں کہ حق کیا کہتا ہے۔

اللہ نے اپنے محبوب کو علم ما کان وما یکون (اولین وآخرین) کا علم عطا فرمایا اور علم غیب سے نوازا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (سورۂ آل عمران: پارہ آیت، ۱۷۹)

وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا o

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورۂ نساء: پارہ ۵، آیت ۱۱۳)

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (سورۂ مزمل: پارہ ۲۹، آیت ۲۶)

حضور کو قیامت تک کے حالات کا علم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سورج ڈھل گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے پھر آپ نے نماز ظہر ادا کی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور آپ نے قیامت کا ذکر شروع کیا، فرمایا: اس میں بڑی سنگین چیزیں ہوں گی بعد ازاں فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے جب تک میں یہاں ہوں جو مجھ سے پوچھنا چاہے گا میں اسے بتاؤں گا۔ لوگوں نے کثرت سے گریہ وزاری شروع کردی اور آپ نے بار بار یہی فرمایا: مجھ سے پوچھ لو۔ عبداللہ ابن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ آپ نے پھر کہنا شروع کردیا مجھ سے پوچھ لو تب عمر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور گویا ہوئے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر پوری طرح راضی ہیں اس وقت آپ خاموش ہو گئے بعد ازاں فرمایا: جنت اور دوزخ میرے سامنے ابھی اس دیوار کے گوشے میں لائی گئیں ایسی عمدہ اور ایسی مکروہ چیز پر کبھی نظر نہیں پڑی۔ (بخاری شریف: مواقیت الصلوۃ، جلد۱، ص۲۷۲، حدیث ۵۱۰)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی ہمیں خبر دی۔ (جامع ترمذی: ابواب الفتن، جلد۲، حدیث ۶۸/ص۴۴)

ختم نبوت کا انکار

☆ ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی (زمانے کے لحاظ سے پہلے یا بعد میں آنا) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے''۔ (تحذیر الناس: ص ۴، فیصل بک ڈپو، مولوی قاسم نانوتوی)

☆ ''اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا''۔ (تحذیر الناس: ص ۲۱، فیصل بک ڈپو، مولوی قاسم نانوتوی)

مولوی قاسم نانوتوی نے درج بالا عبارتوں میں ختم نبوت کا انکار کیا، خاتم النبیین کا من گھڑت ترجمہ کیا، صحابہ اور تمام اہل ایمان کے اجماعی عقیدے کو عوامی خیال بتایا اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کذابوں کے لیے راہ ہموار کی جبکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (سنن ترمذی، جز ۴ ص ۴۹۹)

☆ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (سورۂ احزاب: پارہ ۲۲، آیت ۴۰)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (سورۂ مائدہ پارہ ٦ آیت ۳)

میری امت میں تیس (30) کذاب پیدا ہوں گے، ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (ترمذی: ج ۲، کتاب الفتن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میری اور مجھ سے پہلے تمام انبیا کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو ایک خوبصورت اور بہترین عمارت تعمیر کرے اور اس کے گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے، لوگ اس عمارت میں گھوم پھر کر دیکھیں، انہیں وہ عمارت بہت اچھی لگے اور وہ یہ کہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں ۔(مسلم شریف: ج ۳، ص ۲۳۲، حدیث ۵۸۴۲)

انبیا زندہ ہیں اور روزی دیے جاتے ہیں

انبیاے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں روزی دی جاتی ہے ۔انبیا علیہم السلام کو موت آتی ہے مگر ایک آن کے لیے اور پھر انہیں حیات نو عطا کر دی جاتی ہے ۔

ابوالاشعث صنعانی نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں جمعہ کا روز سب سے افضل ہے کہ اسی میں حضرت آدم کو پیدا فرمایا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں سب بے ہوش ہوں گے پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیوں کہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ۔لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہوگا جب کہ آپ گل چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی ہوگئے ہوں گے ۔فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام کے جسم کو زمین پر حرام فرما دیا ہے ۔

(سنن ابوداؤد: کتاب الصلوۃ، حدیث ۱۰۴۳/ ص ۳۹۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ اسے فرشتے میرے پاس پیش کرتے ہیں جب تک آدمی پڑھتا رہتا ہے وہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا وفات کے بعد بھی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وفات کے بعد بھی، اللہ تعالیٰ نے انبیا کے اجسام کو مٹی پر حرام فرما دیا ہے۔ اللہ کے نبی زندہ رہتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۴۶۵، حدیث ۱۷۰۰)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے اپنے سرہانے بٹھالیا اور فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) جب میرا وصال ہو جائے تو اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے غسل دینا جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا پھر مجھے خوشبو لگا کر حجرۂ عائشہ کے سامنے لے جانا جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اور وہاں دفن کرنے کی اجازت مانگنا اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر لے جانا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لے جاکر دفن کر دینا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد سب سے پہلے میں دروازے پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ابوبکر ہیں اور آپ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا اور یہ آواز آئی: اُدْخُلُو الْحَبِیْبَ اِلَیَّ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلٰی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ" دوست کو دوست کے پاس لے آؤ، دوست اپنے دوست سے ملنے کا مشتاق ہے۔

(خصائص الکبریٰ: جلد ۲، ص ۸۲۸)

شارح بخاری کا عقیدہ

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں“۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ: جلد۲،ص ۲۰۹)

بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باحیات ہیں انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: جلد۱،ص ۲۸۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

☆ پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی یعنی خدائے تعالیٰ کے نبی دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات: جلد۱،ص ۵۷۶)

”حیات انبیا متفق علیہ است، ہیچ کس را دروے خلافے نیست، حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدارا است“۔

یعنی انبیا علیہم السلام کی زندگی سب مانتے ہیں کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے ان کی زندگی جسمانی، حقیقی اور دنیاوی ہے شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات: جلد۱،ص ۵۷۴)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی فرماتے ہیں۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر وہی موت کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

نبی کو کسی چیز کا اختیار نہیں (معاذ اللہ)

☆ ”اور جس کا نام محمد یا علی ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں“۔

(تقویۃ الایمان: ص ۷۰، دار العلم / مولوی اسمٰعیل دہلوی)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی کرتے ہوئے اتنی بے باکی اور شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے یہاں تک لکھ ڈالا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں معاذ اللہ! یہاں بھی قرآن وحدیث یا کسی معتبر بزرگ کا حوالہ نہیں دیا اور اپنا من گھڑت عقیدہ پیش کردیا جب کہ قرون اُولیٰ سے لے کر آج تک اہل ایمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صاحب اختیار بنایا، دین ودنیا کی نعمتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضے میں عطا فرما کر وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

☆ آقائے کریم صاحب اختیار ہیں جب جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(سورۂ حشر: پارہ ٢٨، آیت ٧)

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۝

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔ (سورۂ توبہ / پارہ ١٠/ آیت ٥٩)

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ: اور تمہیں کیا برا لگا نہ یہی نہ کہ اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔

(سورۂ توبہ: پارہ ١٠، آیت ٧٤)

آقائے کریم ﷺ نے جنت عطا کی

ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری اور آپ کے لیے وضو اور

قضائے حاجت کے لیے پانی پیش کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے مانگ لو، پس میں عرض گزار ہوا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہیے، فرمایا کہ اس کے سوا اور کچھ؟ عرض کی یہی کافی ہے۔ فرمایا کہ زیادہ سجدے کر کے میری مدد کرتے رہنا۔

(سنن ابوداؤد: باب وقت قیام النبی من اللیل، جلد ا، ص ۴۹۱، حدیث ۱۳۰۶)

حضور نے خزیمہ کی گواہی دو کے برابر کر دی

عمارہ ابن خزیمہ نے اپنے چچا جان سے روایت کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی اَعرابی سے گھوڑا خریدا، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ساتھ لے چلے تاکہ گھوڑے کی قیمت اسے ادا کر دی جائے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلدی جلدی چل رہے تھے اور اَعرابی آہستہ آہستہ، اتنے میں اعرابی کو چند حضرات ملے جو اس سے گھوڑے کا سودا کرنے لگے اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا سودا کر چکے ہیں چنانچہ اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے فروخت کر دوں گا۔ اعرابی کی یہ آواز سن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا میں نے تم سے اسے خرید نہیں لیا ہے؟ اعرابی نے کہا خدا کی قسم! میں نے تو آپ کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں میں نے تو تم سے خرید لیا ہے۔ اعرابی نے کہنا شروع کیا اچھا تو گواہ لے آؤ۔ حضرت خزیمہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے یہ خریدا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کس طرح گواہی دیتے ہو؟ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو سچا جانتے ہوئے پس نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: کتاب القضاۃ، جلد ۳، حدیث ۲۱۱، ص ۸۶)

حضرت عبدالرحمٰن کے لیے ریشم حلال کردیا

حضرت انس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ان دونوں حضرات نے بارگاہ نبوت میں جوؤں کی شکایت کی تو دونوں کو ریشم کا کپڑا پہننے کی اجازت مل گئی، ایک غزوہ میں دونوں حضرات کو میں نے ریشم کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا ۔(بخاری شریف: کتاب الجہاد والسیر ،جلد۲،ص ۹۸ حدیث ۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان موجود ساری بکریاں نبی اکرم ﷺ سے مانگی تو آپ نے وہ اسے عطا کردی، وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا بولا: اے میری قوم! اسلام قبول کرلو اللہ کی قسم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنا عطا کردیتے ہیں کہ پھر فقر کا خوف نہیں رہتا۔
(مسلم شریف: کتاب الفضائل ،جلد۳،ص ۲۴۶ حدیث ۵۸۹۹)

عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

ہم نے ان نام نہاد علما کی معتبر کتابوں سے جن کو ایک جماعت اپنا رہنما اور پیشوا مانتی ہے ان کی چند گستاخانہ عبارتیں پیش کی ہیں جنھیں آپ نے ملاحظہ فرمایا، اسی طرح اور بھی بہت عبارتیں انبیا و اولیا کی توہین پر مشتمل ان کی کتابوں میں موجود ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اصل کتاب سے عبارت ڈھونڈنے کے لیے ہم نے جو صفحہ نمبر لکھا ہے ہوسکتا ہے وہ نہ ملے اس لیے آپ پریشان نہ ہوں کیوں کہ کتابیں الگ الگ کتب خانوں سے شائع ہوتی ہیں، صفحہ نمبر آگے پیچھے ہوسکتا ہے۔ ایک اور بات بھی یہاں عرض کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جب ان بے ادبوں اور گستاخوں سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری کتابوں میں ایسی گستاخانہ عبارتیں موجود ہیں تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ہم نے

نہیں لکھیں، ہمارے بزرگوں نے لکھا اور جنہوں نے لکھا وہ دنیا سے جا چکے ہیں،اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ وہ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کیوں کہ قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اِذِ انۡبَعَثَ اَشۡقٰهَا جب کہ اس کا سب سے بد بخت کھڑا ہوا (سورۂ شمس پارہ ۳۰) اور اس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔

مسلمانو! غور کرو کہ قوم کے ایک شخص نے اونٹنی کی کوچیں کاٹی مگر پوری قوم ہلاک ہوئی، اس کی وجہ کیا تھی یہی نا کہ کوچیں تو ایک آدمی کاٹ رہا تھا مگر اس کو پوری قوم کی تائید حاصل تھی، اس لیے اللہ پاک نے پوری قوم کو ہلاک فرما دیا۔ نام نہاد بے ادب علما و عوام قرآن مقدس کی اس آیت سے عبرت حاصل کریں کہ ان کے بڑوں نے گستاخیاں کیں اور وہ دنیا سے چلے گئے مگر آج بھی بعض علما و عوام ان کی تائید کرتے ہیں تو جو حکم اور انجام لکھنے والوں کا ہوا وہی حکم اور وہی انجام تائید کرنے والوں کا ہوگا، اگر یہ حضرات ان کی تائید نہیں کرتے تو پھر وہ ایسے گستاخ مولویوں کو بڑے بڑے القابات سے کیوں یاد کرتے ہیں انہیں اپنا پیشوا کیوں مانتے ہیں یہ دو رخی پالیسی نہ دنیا میں کام آسکتی ہے اور نہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے نجات دلا سکتی ہے۔

ہم تمام مسلمانوں کو ان کے ایمان کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ خدا کے لیے آنکھیں کھولو اور اپنے آپ کو تباہی سے بچالو، ان گستاخ ٹولوں سے خود بھی بچو اور اپنی اولاد کو بھی بچا کر کامیابی کی راہ کے مسافر بنو۔

آیئے اب قرآن مقدس کے ترجمہ کے نام پر نام نہاد مولویوں کی انبیاے کرام کی شان میں گستاخیاں ملاحظہ کریں تاکہ پتہ چلے کہ انہوں نے قرآن کے تراجم کے ذریعہ سے امت کو گمراہ کرنے کی کیسی ناپاک سازش رچی، ان کے تراجم کے بعد ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کا ترجمہ بھی پیش کریں گے تا آپ سمجھ سکیں کہ ترجمہ میں کہاں اور کیسی غلطی ہوئی اور انہوں نے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کیا یہ ترجمہ کوئی عاشق رسول کر سکتا ہے؟ اور ایسے ترجمے کرنے والے کو باادب کہا جا سکتا ہے؟ ملاحظہ کریں:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ (سورۂ بقرہ: پارہ۲، آیت ۱۴۵)

☆ اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لیے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

(عبدالماجد دریابادی دیوبندی)

☆ اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں۔ (مولوی محمودالحسن دیوبندی)

☆ اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔

(مولوی اشرف علی تھانوی)

آپ غور فرمائیں کہ اس آیت مبارکہ میں جو سید المعصومین ہیں ان کی شان میں اَغیار کے اتباع کا الزام اور اللہ پاک کی ناراضی کی وعید لکھی گئی، آخر جب نبی ہی اغیار کی پیروی کرے تو امت کو اغیار کی پیروی سے کون بچائے گا؟

امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا ایمان افروز ترجمہ پڑھیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔

☆ اور اے (سننے والے) کسے باشد اگر تو اپنی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم ہو چکا تو اس وقت ضرور ستم گار ہوگا۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان)

دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ دیکھیں۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى○ (سورۂ طٰہٰ: پارہ۱۶، آیت ۱۲۱)

☆ اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔

(مولوی اشرف علی تھانوی)

☆ اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا۔

(مولوی محمود الحسن دیوبندی)

اس آیت کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر سوالیہ نشان کھڑا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو غلطی میں پڑنے والا اور راہ سے بہکا ہوا بتایا مگر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا بصیرت افروز ترجمہ پڑھیں، آپ نے عصمت آدم علیہ السلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا خوب ترجمہ کیا۔

☆ اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۂ کہف: پارہ ۱۶، آیت ۱۱۰)

☆ آپ یوں ہی کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

☆ تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ (سورۂ شوریٰ پارہ ۲۵ آیت ۵۲)

☆ آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔

(عبد الماجد دریا آبادی دیوبندی)

☆ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

☆ آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایمان سے ناواقف اور عاری بتانے کی سازش کی گئی جب کہ امام اہل سنت نے آیت کی گہرائی میں اتر کر چودہ سو (1400) سالہ تفاسیر کا نچوڑ اپنے ترجمہ میں کس حسین انداز میں پیش فرمایا۔

☆ اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورۂ محمد پارہ ۲۶ آیت ۱۹)

☆ معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے۔

(مولوی محمود حسن دیوبندی)

☆ اور آپ اپنے خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے بھی۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں انبیا کے معصوم ہونے کے اجماعی عقیدے پر ضرب لگانے کی کوشش کی گئی اور سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گنہ گار بتا کر معافی مانگنے کی بات کی گئی جب کہ امام اہل سنت نے صحابہ سے لے کر آج تک اہل حق کے اجماعی عقیدے کی اس طرح ترجمانی فرمائی ہے۔

☆ اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

وَوَجَدَکَ ضَآلاًّ فَھَدٰی ٥ (سورۂ ضحیٰ پارہ ۳۰ آیت ۷)

☆ اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔ (عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے بے خبر پایا) سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتلا دیا۔ (مولوی اشرف علی)

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں بے ادب مترجمین نے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریعت سے بے خبر بتایا، اگر نبی شریعت سے بے خبر ہو تو پھر شریعت سے خبر دار کون ہوگا؟ امام اہل سنت کا عشق و محبت سے بھرپور ترجمہ دیکھیں اور ایمان تازہ کریں۔

☆ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ (سورۂ شوریٰ/پارہ ۲۵/ آیت ۲۴)

☆ تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے۔

(عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی)

☆سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل بند لگا دے۔

(مولوی اشرف علی تھانوی)

☆سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر۔

(مولوی محمود الحسن دیوبندی)

اس مبارک آیت کے ترجمہ میں رسول پاک کے دل پر مہر اور بند لگانے کی بات کر کے عظمت کو توہین کے پیرائے میں بیان کیا جب کہ امام اہل سنت نے اس ندرت کے ساتھ قرآن کی مراد کو بیان فرمایا۔

☆اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے۔

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا o لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۂ فتح: پارہ ۲۶، آیت ۱)

☆بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی)

☆بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (مولوی اشرف علی)

اس آیت پاک کے ترجمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطا کار بتایا گیا، اگر نبی خطائیں کرتے رہے تو پھر خطا کاروں کو خطاؤں سے کون روک سکے گا، امام اہل سنت کی قرآن فہمی پر قربان جایئے کہ آپ نے ترجمہ کرتے ہوئے عشق کے موتی بکھیر دیے اور امت کو تعظیم رسالت کا درس دیا۔

☆بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے تمہارے پچھلوں کے۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

بے ادب کے پیچھے نماز کا حکم

صالح بن خیوان نے حضرت ابو سہلۃ السائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی امام احمد نے فرمایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے تھے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کی امامت کی تو قبلہ کی جانب تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے چنانچہ جب وہ فارغ ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھایا کرے۔اس کے بعد اس نے ان لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے منع کر دیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بتایا چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ہاں اور میرے خیال میں فرمایا: بے شک تم نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔

(سنن ابوداؤد: کتاب الصلوۃ، جلد ا، ص ۲۲۱ حدیث ۴۷۹)

اے عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! غور تو فرمائیں کہ اس حدیث صحیح میں کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کر کے تھوکنے والا اور لاشعوری طور پر کعبۃ اللہ شریف کی بے ادبی کرنے والا جب امامت کے لائق نہ رہا تو وہ لوگ جنہوں نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں دانستہ گستاخیاں کی ہیں، وہ امامت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز درست کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کعبۃ اللہ شریف کی طرف بے شعوری میں تھوکنے والے سے اللہ و رسول کو اذیت پہنچتی ہے تو جو جان بوجھ کر اپنی تقریروں اور تحریروں میں آقاے کریم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرے ان سے اللہ و رسول کو کتنی اذیت پہنچتی ہوگی۔

☆☆☆

بے ادبوں کی صحبت میں رہنے کا نقصان

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی موت کا

وقت قریب آیا تو اسے کلمۂ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی گئی، اس نے جواب میں کہا: میری زبان پر اس وقت کوشش کے باوجود بھی کلمۂ طیبہ جاری نہیں ہورہا ہے کیوں کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا جو مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔

(شرح الصدور امام جلال الدین سیوطی)

بزرگوں کے مزارات کی توہین

اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِکَ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡب

اور بات یہ ہے جو لوگ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے

(سورۂ حج: پارہ ۱۷، آیت ۳۲)

اللہ کی نشانیاں کیا ہیں؟ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۝

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ والے اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (سورۂ کہف: پارہ ۱۵، آیت ۹)

یعنی اصحابِ کہف اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں، جب غار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیا جنہوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے غار میں پناہ لی، وہ اللہ کی نشانی ہو گئے تو وہ ذوات مقدسہ جنہوں نے اللہ کے حبیب مصطفیٰ کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تن من دھن کی بازی لگا کر صرف ایمان ہی نہیں بچایا بلکہ پوری دنیا میں اسلام پھیلایا وہ صحابہ کرام اور اہل بیت اور ان کے بعد اولیائے کرام نے اس فریضے کو انجام دیا ان کے مزارات کیا اللہ کی نشانی نہیں؟ آج وہابی تحریک حدیث مبارکہ کی غلط تشریح کر کے صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاے ذوی الاحترام کے مزارات کو شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ پیش کررہی ہے اور

اسے توحید کا نام دیتی ہے۔ مسلمانو! ذرا سوچو! جنت البقیع جس میں تقریباً دس ہزار (10000) صحابہ، امہات المؤمنین، جگر گوشۂ رسول سیدہ فاطمۃ الزہراء، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مزارات پر اہل ایمان نے گنبد تعمیر کیے تھے جو اہل ایمان کے دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے، وہابیوں نے توحید کے نام پر ان مزارات پر بلڈوزر چلایا آج اسی تحریک کا نتیجہ ہے کہ حال ہی میں صحابی رسول حضرت حجر بن عدی، سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید، نواسیِ رسول حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہم کے مزارات کو شہید کر دیا گیا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو شعائر اللہ میں سے تھی اسے شہید کیا گیا تو اس قوم پر اللہ کا عذاب آیا تو جو قوم صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاے ذوی الاحترام کے مزارات کو بت کہہ کر شہید کر دے وہ قوم کیسے عزت کے ساتھ زمین پر جی سکتی ہے؟

جب اہل ایمان مزارات کی شہادت پر احتجاج کرتے ہیں تو وہابی ملا مسلم شریف کی حدیث بے موقع پیش کرتے نظر آتے ہیں وہ اس طرح ہے۔

ابو الہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا تم ہر تصویر کو مٹا دینا اور ہر اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دینا۔ (مسلم شریف)

اس مبارک حدیث کا حوالہ دے کر وہابی (سلفی) بھولی بھالی عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا۔ ہم عرض کرنا چاہتے ہیں جن قبروں کو آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا وہ قبریں کن کی تھیں؟ کیا وہ قبریں صحابۂ کرام کی تھیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ قبریں مشرکین کی تھیں جن کو آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولاے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا، رہا مؤمنین کی قبریں مثلاً سید الشہداء حضرت امیر حمزہ و دیگر شہداے اُحد کے مزار، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مزار، والدۂ علی مرتضیٰ حضرت فاطمہ بنت اسد کی مزار، شہداے بدر و حنین کی قبریں کیا یہ آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہیں بنیں؟ اگر سب قبریں توڑوائی گئیں تو پھر یہ کیوں بنائی گئیں؟ پتہ چلا جن کی قبروں کو زمین کے برابر کیا گیا وہ مشرکین کی قبریں تھی اور جن قبروں کو آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی مبارک سے بنایا گیا وہ مؤمنین اور صالحین کی قبریں تھی تو کیا نام نہاد کلمہ پڑھنے والے آقا کے صحابہ اور اہل بیت کو مشرک جانتے ہیں کہ وہ ان کی مقدس قبور کے ساتھ مشرکین کی قبروں جیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے مزارات بنوائے، ان کو باقی بھی رکھا بلکہ صحاح ستہ کی روایتوں سے ثابت بھی ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار وہاں تشریف لے جاتے اور شہدائے اُحد کو اپنی زیارت سے نوازتے مزید آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کو سلام کرے تو یہ ان کے سلام کا جواب دیں گے۔ (المستدرک / فتاویٰ رضویہ / جلد۹/ ص۵۲۰)

جب قبروں کو زمین کے برابر کردینا اسلام ٹھہرا تو بدر و حنین و اُحد میں قبور کا بنانا اور اہل احد کی زیارت کی ترغیب کا کیا مطلب؟ کیا رسول دشمنی صحابہ اور اہل بیت اور اولیائے اسلام کے عناد میں حدیث رسول کی غلط تشریح اور مشرکین کی قبور کے احکامات صحابہ اور اہل بیت و صالحین کی قبور پر چسپاں کر کے حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم نہیں تو پھر کیا ہے کیا اسی کا نام دین کی خدمت ہے؟

خلاصۂ کلام

معزز قارئین! ہم نے یہ باتیں صرف اور صرف قوموں کی تباہی کے اصل سبب سے پردہ اٹھانے کی غرض سے پیش کی ہیں تاکہ قوم مسلم قرآن وحدیث کے مطابق اپنا عقیدہ رکھے اور اللہ عزوجل کے رسول کی بارگاہ میں گستاخی و بےادبی کی مرتکب ہوکر اپنی دنیا و آخرت برباد ہونے سے بچائے۔

اگر آپ کسی نام نہاد موحد کی عبادت و ریاضت دیکھ کر اور اس کے عقائد اپنا کر آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر بیٹھے تو دونوں جہان میں ذلت و رسوائی کا

سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا باادب بنیں اور حاشا وکلا! رائی کے دانے کے برابر بھی شان رسالت مآب میں گستاخی نہ ہونے پائے۔

معزز قارئین کرام! کیا آج ہماری ہوا اکھڑنے اور بربادی کی وجہ بے ادبی کا فروغ نہیں ہے؟ آج بنام مسلم جو لوگ اقتدار کی کرسی پر بیٹھے ہیں زیادہ تر ایسے ہی ہیں جو تعظیم وتوقیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت گراں مایہ سے محروم ہیں، وہ اپنی توانائی کو بے ادبی کے فروغ میں خرچ کررہے ہیں، یہ بے ادبی خواہ کتابوں کے ذریعہ کی جارہی ہو یا الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ یا چلتی پھرتی تبلیغ کے ذریعہ۔ آپ اُن لوگوں سے صرف یہی سنتے چلے آئیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی اس طرح گزاری تھی آپ کی ادائیں یہ ہیں اور بس، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب، شان محبوبیت، معجزات وکمالات وغیرہ کے حوالے سے گفتگو شاید ہی کبھی سننے میں آئے۔ یقیناً سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ حق ہے لیکن محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محبوب کے رُخ والضحیٰ کا تذکرہ، زلف واللیل کا ذکر، حسن بے مثال کا تذکرہ، انگشتہائے مبارک سے پانی جاری ہونے کا واقعہ اور ان جیسے معجزات وکمالات کا تذکرہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اضافہ اور استحکام کا ذریعہ ہے۔

میں اپنے قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دیانت داری کے ساتھ جواب دیں کیا یہ باتیں ان جماعتوں کے لوگوں میں ملتی ہیں، یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا۔ بلکہ اب تو یہاں تک کہا جارہا ہے کہ حج کے لیے جاؤ تو مدینہ مت جانا اور مختلف حیلوں اور بہانوں کے ذریعہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے سے روکا جارہا ہے، یہ کیسی محبت ہے؟

خدارا! ہوش کے ناخن لو اور اپنی تباہی و بربادی کو دعوت نہ دو، کیا اللہ عزوجل نے آقائے کریم جیسا شفیق کسی کو پیدا کیا؟ غور کرو اور سوچو! کل بروز قیامت جب باپ بیٹے سے بھاگ رہا ہوگا، ماں بیٹی سے بھاگ رہی ہوگی، مرد اپنی عورت سے دامن بچا رہا ہوگا، پیاس کی شدت سے حلق خشک ہورہے ہوں گے تو ایسے ہولناک ماحول میں کون ہوگا جس کی رسائی اللہ عزوجل

کی بارگاہ میں ہوگی اور کون ہوگا جو اپنے دامن کرم میں پناہ عطا فرمائے گا یقیناً وہ ذات صرف اور صرف حضور رحمۃ للعلمین کی ہوگی۔

لہٰذا آجاؤ اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم میں ،ان شاء اللہ آپ کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

پلٹ آؤ اُس مکین گنبد خضریٰ کی طرف جن کے دامن کو اللہ رب العزت نے بہت وسعت عطا فرمائی ہے۔

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

تباہی و بربادی کا علاج دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لینے میں ہے اور اپنی جان، مال اور اولاد بلکہ ہر چیز سے زیادہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب کے صدقے میں ہمیں ہمارا کھویا ہوا وقار عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

☆☆☆